رِسَالَۃٌ فِیْ

مَنْعِ الرَّمْیِ قَبْلَ الزَّوَالِ فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ

دوسرے دن زوال سے قبل رمی کی ممانعت

مؤلّف

علامہ داملا اُخون جان

ترجمہ، تخریج، تحشیہ، مع احوال علماء وکُتُب

حضرت علامہ **مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی** مدظلہ

رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : دوسرے روز زوال سے قبل رمی کی ممانعت

مؤلف : علامہ داملا اُخون جان

ترجمہ، تخریج، تحشیہ : مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : جمادی الاٰخری ۱۴۳۲ھ/مئی ۲۰۱۱ء

تعداد اشاعت : ۳۳۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست

پیش لفظ

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، اس کے لئے کچھ فرائض وواجبات، سُنَن ومستحبات ہیں، فرض کی بجا آوری فرض ہے، فرض کہ جس کے بغیر حج ادا ہی نہیں ہوتا، اور واجب کی ادائیگی واجب ہے جس کے بغیر حج کامل نہیں ہوتا، جبر نقصان کے لئے دم یا صدقہ وغیرہا لازم آتے ہیں، اور معصیّت الگ جس کے لئے سچی توبہ ضروری ہے اور سنن پر عمل سنت ہے کہ ترک سنت مکروہ اور محرومی کا سبب ہے، اِسی طرح مستحب کو ادا کرنا مستحب ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ مناسکِ حج میں سے جسے چاہیں ادا کریں اور جسے چاہیں چھوڑ دیں ،جیسے چاہیں ادا کریں جب چاہیں ادا کریں اور اس پر ہماری باز پُرس نہ ہو، یا ہماری اس عبادت پر کوئی اثر نہ پڑے، فرائض وواجبات وسُنَن ومستحبات کی ادائیگی کے لئے شرع مطہرہ میں ایک طریقہ کار اور وقت ہے جس کی پابندی ہر حج کرنے والے پر لازم ہے۔

بھلا ایک شخص زرکثیر خرچ کرکے، اپنے اعزا واقرباء کو چھوڑ کر، اپنے کاروبار کو بند کرکے سفر کی صعوبتیں کیوں برداشت کرتا ہے، کس مقصد کے لئے اتنی تکلیفیں اُٹھاتا ہے اُس کے پیشِ نظر ایک ہی بات ہوتی ہے وہ یہ کہ میرا ربّ مجھ سے راضی ہو جائے، وہ حج فرض ادا کر رہا ہو یا نفل مطلوب رضائے خداوندی کا حصول ہی ہوتا ہے، کوئی پہلی بار کر رہا ہو یا دوسری بار یا تیسری بار یا دسویں بار مقصود ایک ہی ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی پر راضی نہیں ہوتا، معصیّت وگُناہ سے اس کی رضا حاصل نہیں کی جاسکتی ،اور یہ بھی ظاہر ہے فرض اور واجب کا قصداً ترک گناہ اور خُداوند قدوس کی ناراضگی کا سبب ہے لہذا کوئی بھی عقلمند مرد ہو یا عورت اپنے ربّ کو ناراض کرنے کے لئے اتنی مشقت نہیں اٹھائے گا۔

ہمارا موضوع گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی ہے اور یہ بذاتِ خود واجب ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے شریعت میں ایک وقت معین ہے وہ یہ ہے کہ ان ایام میں رمی کی ابتداء زوال آفتاب سے ہوتی ہے اس سے قبل کی گئی رمی سے واجب ادا نہیں ہوتا احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے یہی ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد صحابہ کرام علیھم الرضوان کا عمل بھی اِسی پر رہا اور تابعین عظام نے بھی اسی کو اختیار کیا جیسا کہ اس رسالہ میں اس پر تحریر شُدہ حواشی میں بھی مذکور ہے، اور پھر ہمارے مذہب حنفی میں ''ظاھر الروایۃ'' بھی یہی ہے اور دوسرا قول اگر موجود ہے تو وہ ''ظاھر الروایۃ'' نہیں ہے اور علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ ''ظاھر الروایۃ'' کا غیر قول مرجوح کہلاتا ہے، اور مرجوح بمنزلہ عدم کے ہوتا ہے یعنی گویا کہ وہ قول ہے ہی نہیں، کیونکہ ایک مجتہد سے ایک وقت میں دو متضاد اقوال کا صدور ممکن نہیں، اگر کہیں دو متضاد اقوال پائے جائیں تو لامحالہ ایک مرجوح ہوگا اور مرجوح کالعدم ہوتا ہے اس لئے مرجوح قول پر فتویٰ جہالت اور خرق الاجماع قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ اس قول پر عمل بھی جائز نہیں، اِس لئے مصنّف علامہ اخوند جان نے اُس شخص کے لئے جو گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی کرتا ہے لکھا کہ ''بلا سند و اسناد شیطان کے گمراہ کرنے سے زوال سے قبل رمی کرتا ہے اور وہ ایسا نفس ہے کہ جس پر عناد غالب ہے'' جاہل تو جاہل ہی ہوتے ہیں اُن کو کچھ بھی علم نہیں ہوتا اُن میں سے کچھ تو کسی سے پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور اپنے آپ کو مادر پدر آزاد سمجھتے ہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی واجبات کا ترک، معاصی کا ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں اور وہ مناسکِ حج کو آسان جانتے ہیں اور کچھ وہ ہوتے ہیں جو پوچھنا چاہتے ہیں تو کسی اپنے جیسے سے پوچھ لیتے ہیں، کچھ علماء کی طرف رُجوع کرتے ہیں تو بدقسمتی سے ایسوں سے پوچھ بیٹھتے ہیں کہ جن کا مناسک حج کا کچھ بھی مطالعہ نہیں ہوتا اور مسائل کو کسی جاننے والے کی طرف رہنمائی کرنا اپنی بے عزتی سمجھتے

ہیں کہ جن سے ساتھ آئے ہیں وہ انہیں مناسک حج کا بہت بڑا عالم سمجھ کر لائے ہیں، وہ سائل کو غلط جوابات دے دیتے ہیں حالانکہ ہم نے ان علماء کو دیکھا جو مناسک حج پر لکھی گئی کُتُب کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں وہ بعض مسائل میں اپنے عجز کا اظہار کر دیتے ہیں یا دوسرے علماء سے مشورہ کرتے ہیں یا اُن کی طرف رہنمائی کر دیتے ہیں اور اِس میں کوئی عیب نہیں ہے اور بعض علماء ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے لوگوں کو رُخصتیں دینے کی ٹھان رکھی ہے وہ راجح مرجوح، صحیح وغیر صحیح میں فرق کئے بغیر خود عمل کرتے اور کرواتے ہیں وہ اِن ایام میں زوال سے قبل رمی کو بھی جائز قرار دینے میں عار نہیں سمجھتے، مُصنّف نے زوال سے قبل رمی والے قول کو غیر صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا کہ ''پس جب مرجوح قول پر عمل درست نہیں تو غیر صحیح قول پر عمل کیسے درست ہوگا اور ایسے قول پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا قبیح سے زیادہ قبیح اور گمراہی اور صحیح صریح راہ حق سے جاہلوں کو گمراہ کرنا ہے'' اور صاحبِ ''فتح القدیر'' فرماتے ہیں کہ ''ظاھر الروایۃ'' کی وجہ یہ ہے کہ رمی محض اَمر تعبُّدی ہے جس کا عقل سے ادراک ممکن نہیں تو منقول کی اتباع واجب ہے، اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں دنوں میں زوال کے بعد رمی فرمائی'' اور نبی کریم ﷺ سے گیارہ بارہ تاریخ میں زوال کے بعد رمی فرمانا ''سُنَن ابی داوَد''، ''سُنَن الکبریٰ''، ''مصنف ابن ابی شیبہ''، ''شرح معانی الآثار'' اور ''صحیح ابن خزیمہ''، ''سُنَن دارمی''، ''سُنَن ابن ماجہ''، ''سُنَن ترمذی'' اور ''صحیح ابن حبان'' وغیرہا کتب احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جیسا کہ اس رسالہ اور اس کے حواشی میں یہ روایات بمعہ حوالہ جات مذکور ہیں۔

اور حضور ﷺ کے صحابہ کا یہ دائمی عمل رہا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام علیھم الرضوان کی طرف سے بیان کرتے ہیں کہ ''ہم سورج ڈھل جانے کا انتظار کرتے جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے'' جیسا کہ اسے امام بخاری نے

اپنی ''صحیح'' میں امام ابو داؤد نے اپنی ''سُنَن'' میں اور امام بیہقی نے اپنی ''سُنَن'' میں اسے روایت کیا ہے حوالہ کے لئے حواشی ملاحظہ ہوں۔

اور کُتُبِ احادیث میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اور عمل بھی یہی منقول ہے جیسا کہ ''مصنَّف ابن ابی شیبہ'' اور امام بیہقی کی ''سُنَن الکبریٰ'' میں ہے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی اسی طرح مروی ہے جیسا کہ مُصنّف ابن ابی شیبہ'' میں ہے۔

اور کُتُب احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین عظام کا عمل بھی یہی تھا جیسا کہ حضرت سعید بن جبیر، طاؤس اور عُبید بن عُمیر کا عمل ''مُصنَّف ابن ابی شیبہ'' میں مذکور ہے۔

اس لئے کسی ایسے مسلمان سے متصوّر نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب، نبی کریم ﷺ کے طریقے پر عمل کا خواہاں ہو وہ اس باب میں نبی کریم ﷺ کی ہدایت، صحابہ کرام کے اجماع کی مخالفت کرے اور وہ صحابہ جو ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں جن کے ذریعے ہی دین اُمّتِ مُسلمہ کے دیگر افراد تک پہنچا ہے، جنہوں نے دین آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، خود عمل کیا اور دوسروں سے عمل کروایا ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی حاجی اُن کے قول و عمل کو ردّ کر کے خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو زوال سے قبل رمی کرے، ہاں وہ ایسا کرسکتا ہے کہ جس کے پیش نظر رضائے خُداوندی کا حصول نہیں، جو سرورِ کائنات ﷺ کی ہدایات سے ہدایت حاصل کرنا نہیں چاہتا اور ایسا شخص وہی ہوسکتا ہے جو حج کرنے کے لئے نہیں جاتا بلکہ اس کا مقصود محض سیر و تفریح ہوتا ہے۔

پھر حنفی کہلانے والے وہ مقلّد بھی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے والے ہیں جو مختلف اعذار کا بہانہ بنا کر لوگوں کو رُخصت دینے کے نام پر اپنے امام کی غیر صحیح روایت

کی آڑ لے کر اِن ایام میں زوال سے قبل رمی کے جواز کا قول کرتے ہیں کیونکہ امام صاحب کا قطعاً یہ مذہب نہیں ہے۔

اس موضوع پر علامہ آخوند جان حنفی نے جو لکھا وہ ہے تو نہایت مختصر مگر ہے بہت جامع، پھر اس پر ہمارے ادارے کے رئیس دار الافتاء مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ نے جو حواشی تحریر کئے ہیں اُس سے اس رسالہ کی اہمیت اور افادیت مزید بڑھ گئی ہے، مفتی صاحب کافی عرصہ قبل اردو زبان میں کُتُب و رسائل میں تفصیلی حوالہ جات تحریر کرنے کو رواج دیا اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی لوگ اِس نہج پر کام کرنے لگ گئے ہیں، اس بارے میں اُن کا کہنا یہ ہوتا تھا کہ آج ایک کتاب کو متعدد اشاعتی ادارے چھاپ رہے ہیں اس لئے حوالہ ایسا لکھا جائے کہ کتاب کہیں کی بھی چھپی ہوئی ہو تلاش کرنے والا اُسے دیکھ کر اصل کتاب میں آسانی سے اُس عبارت تک پہنچ سکے اور پھر ایک حدیث یا عبارت کو اگر متعدد کُتُب میں نقل کیا گیا ہے تو سب کا حوالہ لکھ دو کہ اِس سے قاری پر اُس کی اہمیت اور اُس کا مستند ہونا آشکار ہوتا ہے، اس طرح اُس کا اعتماد پختہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے ادارے جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کی اشاعت کو پاکستان بھر میں اور بیرون ملک اردو پڑھنے والوں کے مابین قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور مستند مانا جاتا ہے، قارئین خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کی تحریر یا اُس کتاب کو شائع کیا جائے کہ جس پر آپ نے کام کیا ہو، اس طرح مفتی صاحب کا کام علماء اور عوام میں یکساں مقبول ہے۔ اور آپ اپنی تحریر میں مآخذ و مراجع تحریر کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

اب اس رسالہ میں آپ نے ایک نئے کام کا آغاز کیا ہے جو عام طور پر اردو کُتُب میں نہیں پایا جاتا وہ یہ کہ آپ نے رسالہ میں مذکور علماء اور کُتُب کے حواشی میں مختصر تعارف تحریر کرنے کی سعی کی ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ پڑھنے والا نفس مضمون سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہمارے علماء اور ہماری کُتُب کے احوال سے بھی باخبر ہوگا، لوگوں نے بہت سے

علماء کے نام تو سُنے ہوتے ہیں مگر وہ کس زمانے کے تھے؟ کس سے پڑھا؟ اور کب اور کہاں فوت ہوئے؟ اس سے وہ نا آشنا ہوتے ہیں، اسی طرح بہت سی کُتُب کے نام ہم جانتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ وہ کس فن میں ہے یا وہ متن ہے یا کسی کتاب کی شرح ہے یا اختصار، اس کے مصنّف کون تھے کسی زمانے کے تھے، اس سے قارئین میں یہ تشنگی باقی نہ رہے گی، یہ کام بڑا مشکل اور محنت طلب ضرور ہے مگر اتنا ہی مفید بھی ہے، اُمید ہے قارئین ہماری اس کاوش کو ضرور پسند کریں گے اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور قابل ستائش بات یہ بھی ہے کہ مفتی صاحب نے جس کتاب کا ترجمہ یا تخریج یا حواشی لکھے اُسے مصنّف کے قائم کئے ہوئے عنوان کے ساتھ ہی مترجم وغیرہ لکھ کر شائع کروایا، عام طور پر ہم نے دیکھا ہے کہ علماء کرام اُسے اپنا نام دیتے ہیں اس طرح صرف نام سے اصل کتاب کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے، اور اراکین ادارہ مفتی صاحب اور اُن کے معاون مولانا بلال معروف قادری کے بے حد مشکور ہیں کہ انہوں نے ادارے کو نیک نامی اور قارئین کو مفید تحریر دی، اللہ تعالیٰ اُن کی سعی تو قبول فرمائے۔

ادارہ اسے اپنی سلسلہ اشاعت نمبر دوسو پانچ (۲۰۵) پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے مُصنّف، مُحشی اور معاونین اور اراکینِ ادارہ کی اِس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اِسے عوام وخواص کے لئے مفید بنائے آمین۔

فقط

محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

احوال مصنف

علامہ فقیہ اخوند یجان بن مفتی محمد ہادی بن محمد مُراد ابن ادریس مرغینانی (۱) بخاری (۲) مکی (۳) حنفی سن ۱۲۴۳ھ میں مرغینان میں پیدا ہوئے اور سن ۱۲۷۹ھ میں حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا، وہیں شیخ عبد الغنی مجددی دہلوی متوفی ۱۲۹۶ھ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے بہت سی کُتُب پڑھیں، اور محمودیہ میں شیخ خرنوبی سے فقہ کا علم حاصل کیا، پھر سن ۱۳۰۹ھ میں مکہ مشرفہ آئے اور اُسے وطن بنا لیا اور مسجد حرام میں مُدرِّس مقرر ہوئے اور آپ حرم مکی میں افتاء کی مسند پر بھی فائز ہوئے، اور پھر ساری زندگی تدریس اور افتاء کے ذریعے دین متین کی خدمت میں مشغول رہے، آپ عبادت پر ہمیشگی کرنے والے اور تواضع و وقار کو لازم پکڑنے والے تھے اور آپ متعدد کُتُب نافعہ کے مصنّف یا مؤلّف ہیں جن میں سے ''مناسک ملا علی قاری'' پر ''حاشیہ'' اور یہ رسالہ ہیں، اور آپ نے ستتر (۷۷) برس کی عمر میں سن ۱۳۲۰ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

۱۔ مرغینان ''فرغانہ'' کا ایک شہر ہے جہاں بڑے بڑے علماء، فضلاء پیدا ہوئے جیسے صاحبِ ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ اسی وجہ سے آپ مرغینانی کہلائے۔

۲۔ بخارا کی نسبت سے بخاری کہلائے۔

۳۔ مکی اس وجہ سے آپ نے اپنی عمر کا آخری حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا۔

رسالةٌ: فی مَنعِ الرَّمِی قبلَ الزَّوالِ فی الیَوم الثَّانِی للعلامة دا ملا أخون جان

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی ﷺ پر درود کے بعد پس یہ جملہ بحث دس ذی الحجہ کے بعد جمرات کی رمی کے خاص وقت سے متعلق ہے۔ ''ہدایہ'' (۱) میں فرمایا کہ ایام نحر کے

ا۔ "هدایه" فقی حنفی کی مشہور کتاب ہے جو "بداية المبتدی" کی شرح ہے اور دونوں شیخ الاسلام بُرہان الدّین ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی کی تصنیف ہیں، آپ نے "جامعُ الصّغیر" اور "مختصر قدوری" سے "بدايةُ المبتدی" کے نام سے ایک متن ترتیب دیا پھر اُس کی "كفاية المنتهی" کے نام سے شرح لکھنا شروع کی جو اَسّی (۸۰) جلدوں کو پہنچ گئی، پھر یہ خوف لاحق ہوا کہ طویل ہونے کی وجہ سے لوگ اِس کتاب کو چھوڑ دیں گے اور علامہ عبدالاول جونپوری لکھتے ہیں کہ صاحب "هدایه" نے پہلے "بدایه" کی شرح "كفايه المنتهی" لکھی تھی اور یہ شرح قریب ختم کے پہنچ گئی تھی کہ اُن کے خیال میں یہ گزرا کہ بعض مقام پر تفصیل کی حاجت تھی مگر میں نے وہاں تفصیل نہ کی، اِسی تکمیل کے خیال سے انہوں نے دوسری شرح موسوم بنام "هدایه" شروع کردی، اور آپ نے بدھ کے روز ذوالقعدہ ۵۷۳ھ میں بعد نماز ظہر اِس شرح کا آغاز کیا اور تقریباً تیرہ (۱۳) سال کی مدّت میں اِسے مکمل کیا اور اِس مدّت میں آپ مسلسل روزہ رکھتے رہے، اور اپنے روزوں کی کسی کو خبر بھی نہ ہونے دیتے، پس اُن کے زُہدوتقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے "هدایه" کو کمال مقبولیت عطا فرمائی۔

متعدّد علماء نے اِس کی شرح لکھی ہے جیسے علامہ حمید الدین علی بن محمد بخاری متوفی ۶۶۶ھ یا ۶۶۷ھ نے "الفوائد" کے نام سے، علامہ عمر بن محمد خبازی متوفی ۶۹۱ھ نے "تكملة الفوائد" کے نام سے، علامہ عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، تاجُ الشّریعہ عمر بن صدر الشریعہ اول نے "نهايةُ الكفاية لدراية الهداية" کے نام سے، ابن الشحنہ حلبی متوفی ۸۱۵ھ

دوسرے دن (یعنی گیارہ ذوالحجہ) کا سورج جب ڈھل جائے تو زوال کے بعد تینوں

نے "نهايةُ النّهاية" کے نام سے، علامہ حسین بن علی سغناقی متوفی ۷۱۰ھ نے "النّهاية" کے نام سے، علامہ محمود بن عبیداللہ بن تاج الشریعہ المحبوبی متوفی ۷۴۵ھ نے "الكفايه" کے نام سے، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن مُلیک نے "تسهيلُ الهداية و تحصيلُ الكفاية" کے نام سے، علامہ محمد بن محمد سنجاری کاکی متوفی ۷۴۹ھ نے "معراجُ الدّراية" کے نام سے، امیر کاتب بن امیر عمر غازی اتقانی متوفی ۷۵۸ھ نے "غايةُ البيان" کے نام سے، محمد بن محمود قونوی متوفی ۷۷۰ھ نے "الغاية علی حاشية الهداية" کے نام سے، اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ نے "العناية" کے نام سے، علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے "البناية" کے نام سے، کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے "فتح القدير" کے نام سے، جلال الدین بن شمس الدین کرلانی خوارزمی نے "الكفاية" کے نام سے، علامہ علی بن عطیہ حموی متوفی ۹۳۶ھ نے "مصباحُ الهداية و مفاتيح الولاية" کے نام سے، علامہ احمد بن محمد حموی متوفی ۱۰۹۸ھ نے "اتحاف أرباب الدّراية بفتح الهداية" کے نام سے، علامہ احمد بن عبدالغنی سروجی نے "الغاية بشرح الهداية" کے نام سے، اِن کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اِس کی شرح لکھی اور بعض نے "هدايه" کو نظم کیا جیسے علامہ ابوبکر بن علی ہاملی متوفی ۷۶۹ھ نے "النظم المنثور" یا "در المهتدی و ذخر المقتدی" کے نام سے اِسے نظم کیا اور اِس نظم کی علامہ ابوبکر بن علی عبادی متوفی ۸۰۰ھ نے "سراجُ الظُّلام و بدرُ التّمام" کے نام سے شرح لکھی۔

اور بعض علماء نے اس میں مذکور احادیث کی تخریج کی جیسے علامہ عبداللہ بن ابراہیم زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نے "نصبُ الرّاية" کے نام سے احادیثِ ہدایہ کی تخریج فرمائی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے "الدّراية فی تخريج الهداية" کے نام سے اِس کی تلخیص فرمائی۔

اور بعض نے "هدايه" کا اختصار فرمایا جیسے صدر الشّریعہ اول عبیداللہ بن محمود (من القرن السابع) نے "وقاية الرّواية فی مسائل الهداية" کے نام سے اور اُن کے نواسے صدر الشّریعہ الثانی عبیداللہ بن مسعود محبوبی متوفی ۷۴۷ھ نے اِس کی شرح لکھی اور "نقايه" کے

جمرات کی رمی کرے الخ (۲)، پھر اُس کی کیفیت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: جب اگلا دن ہو تو تینوں جمرات کی اُسی طرح زوالِ آفتاب کے بعد رمی کرے اور اگر مکہ کو جلدی لوٹنے کا ارادہ کرے تو مکہ کو لوٹ جائے، اور اگر ٹھہرنا چاہے تو چوتھے روز زوالِ آفتاب کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے، الخ۔ (۳) اور ''فتح القدیر'' (۴) میں فرمایا کہ صاحبِ ''ہدایہ'' (۵) کی اِس عبارت نے افادہ کیا کہ دوسرے روز رمی کا وقت

نام سے اِس کا اختصار کیا اور ''نقایہ'' کی بھی علماء عظام نے شرح لکھی جیسے مُلّا علی قاری اور قُہستانی وغیرہما۔

۲۔ الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الإحرام، ۱ـ۲/۱۸۰

۳۔ الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الإحرام، ۱ـ۲/۱۸۱

۴۔ اِس کا پورا نام "فتح القدير للعاجز الفقير" ہے یہ "هدايه" کی بڑی معتبر شرح ہے، امام ابن الہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ کی تصنیف ہے، آپ نے انیس برس تک بڑی تحقیق کے ساتھ "هدايه" کو پڑھا، اُس کے بعد "هدايه" پڑھانے کا اتفاق ہوا تو ساتھ ساتھ شرح لکھنے کا آغاز فرما دیا، کتاب الوکالت تک آپ نے شرح لکھی اور کتاب الوکالت سے آخر تک قاضی زادہ شمس الدین احمد بن بدرالدین متوفی ۹۸۸ھ نے اس کا تکملہ لکھا جو "فتح القدير" کے ساتھ ہی چھپا ہوا ہے، ملا علی قاری حنفی نے دو جلدوں میں "فتح القدير" کا حاشیہ لکھا، اور "فتح القدير" کو علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ نے ایک جلد میں ملخص کیا۔ (دیکھئے مفيد المفتى، ص ۹٤)
اور مُحشّی صحاح ستّہ نورالدین ابوالحسن سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ نے "البدر المنير" کے نام سے اِس کا حاشیہ لکھا ہے جو مخطوط ہے جس کی نقل ہمارے کُتُب خانہ میں موجود ہے۔

۵۔ علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، کنیت ابوالحسن، لقب برہان الدین، بلادِ فرغانہ میں سے مرغینان ایک شہر کا نام ہے، آپ وہیں کے باشندے تھے، اِسی نسبت سے فرغانی مرغینانی آپ کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ آپ ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ کو اپنے زمانہ کا امام اعظم کہا جاتا ہے، آپ نے مفتی ثقلین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی، صدرالشہید ابن مازہ حنفی، شمس الائمہ سرخسی کے شاگرد ابوعمر عثمان بن علی بیکندی، صاحب "خلاصة الفتاوىٰ" قوام الدین احمد بن عبد

زوال کے بعد داخل ہوتا ہے اور اِسی طرح تیسرے روز (یعنی اِس روز بھی رمی کا وقت زوال کے بعد ہے)۔

اور ''بحرالرائق'' (۶) میں ہے: صاحبِ ''کنز'' (۷) نے اپنے قول ''زوالِ

الرشید بخاری وغیرہم سے اکتساب علم کیا اور آپ اپنے ہمعصر علماء میں ایک خاص مقام کے حامل تھے، تصنیفات میں سے "بداية المبتدى" اور اس کی شرح "هداية"، "المنتقى"، "التجنيس و المزيد"، "كفاية المنتهى" اور "مجمع النوازل" وغیرہا شامل ہیں، منگل کی رات ۱۴ ذوالحجہ ۵۹۳ھ میں آپ کا وصال ہوا اور سمرقند میں دفن ہوئے۔ (تفصیل کے لئے مفيد المفتى، چھٹی صدی کے علماء، ص ۱۱۸۔ أيضاً معجم تراجم أعلام الفقهاء، حرف الميم، ص ۳۱۱۔ أيضاً "جواهر المضية فى طبقات الحنفية"، حرف العين، ص ۲٤۸۔ أيضاً كشف الظنون، ۲/۲۰۳۱۔ أيضاً هدية العارفين، ٥/۷۰۲ ملاحظہ ہو)

۶۔ یہ ''کنز الدقائق'' کی شرح ہے، زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم کی تصنیف ہے آپ ۹۲۶ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، اجداد میں سے کسی کی جانب منسوب کرتے ہوئے ابن نُجَیم کے نام سے مشہور ہیں، اور صاحب تنویر الابصار علامہ تُمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ کے استاد ہیں اور صاحبِ "نهر الفائق" عمر بن نجیم حنفی فقیہ متوفی ۱۰۰۵ھ کے بھائی ہیں۔ شیخ سلیمان خضیری سے بیعت تھے، عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار تھے، صاحب کثیر التّصانیف تھے۔ از آنجملہ "البحر الرّائق"، "الأشباه و النّظائر"، "مختصر التّحرير"، "شرح المنار"، "الفوائد الزّينية"، "الرّسائل الزّينيّة"، "حاشيه هدايه أخيرين"، "حاشية جامع الفُصولَين"۔ "بحر الرّائق" فقہ حنفی کی معتبر کُتُب میں سے شمار کی جاتی ہے، مصنّف کو زین العابدین کے علاوہ زین الدین بھی کہا جاتا ہے، ان کا لقب خاتم المتأخّرین ہے، وصال ۹۷۰ھ میں ہوا، حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کے قُرب میں مدفون ہیں۔ (مفيد المفتى، ص ٥۷۔ أيضاً البحر الرائق ترجمه صاحب البحر، ۱/٥۔ أيضاً معجم تراجم أعلام الفقهاء ص ۳۳۳)

۷۔ عبداللہ بن احمد بن محمود، کنیت ابوالبرکات، لقب حافظ الدین، بلاد ماوراء النہر میں سے نسف ایک شہر کا نام ہے اس کی جانب نسبت کرتے ہوئے آپ کو نسفی کہا جاتا ہے، امام نسفی اُصول و

آفتاب کے بعد'' (۸) سے نحر کے دوسرے اور تیسرے دن کے اول وقت کی طرف اشارہ فرمایا، یہاں تک کہ اگر زوال سے قبل رمی کی تو جائز نہ ہوئی، پھر فرمایا کہ ''ظاہر الروایۃ'' ہے کہ دوایام میں رمی کا وقت مطلقاً زوال کے بعد ہوتا ہے۔(۹)

اور ''منسک'' سنان رومی (۱۰) میں ہے کہ ہمارے اصحاب (احناف) نے فرمایا ایام تشریق کے پہلے اور دوسرے روز (یعنی، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو) جمرات کی رمی کی ادائیگی کا وقت زوالِ آفتاب سے ہے الخ اور اِسی کی مثل (فقہ حنفی کے

فروع میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، آپ صاحبِ ہدایہ کے شاگرد شمس الائمہ کردری محمد بن عبد الستار متوفی ۶۴۲ھ کے شاگرد رشید تھے، علاوہ ازیں اساتذہ میں سے مولانا حمید الدین ضریر اور خواہرزادہ بدرالدین ہیں، آپ کی تصنیفات معتبر مانی جاتی ہیں چند یہ ہیں: ''کنز الدّقائق''، ''وافی''، ''کافی شرح وافی''، ''مُصفّی''، ''مستصفیٰ''، ''منارُ الُاصول''، ''کشف الاسرار فی شرح المنار''، ''تفسیر مدارك التّنزیل'' وغیرہا۔ شب جمعہ ماہِ ربیع الاول ۷۱۰ھ میں وصال فرمایا۔(مفید المفتی، حرف الکاف، ص۵۵، ۵٦۔ أیضاً الجواهر المضیّة، حرف العین، ص۱۷۸۔ أیضاً کشف الظّنون، ۱۵۱۵/۲۔ أیضاً هدیة العارفین، ٤٦٤/٥۔ أیضاً الفوائد البهیّة، حرف العین، ص۱۷۲)

۸۔ کنز الدّقائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ص۲۸

۹۔ البحر الرائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ۵۱۰/۲ و ص۳٤۸، مطبوعة: أیچ أیم سعید کمپنی، کراچی۔ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے پہلے امام اعظم کے مشہور قول کو ذکر کیا پھر غیر مشہور کو اور اُس کے بعد لکھا کہ ''ظاہر الروایۃ'' پہلا قول ہے۔ (النّهر الفائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: فادم الجمار إلخ، ۹۱/۲)

۱۰۔ آپ کا نام یوسف بن یعقوب ہے اور سنان الدین خلوتی رُومی کے نام سے معروف ہیں اور آپ کی تصانیف میں سے مناسک میں ''أخبار الحج'' اور ''قُرّةُ العُیون'' ہیں اور آپ کا وصال سن ۹۸۹ھ میں ہوا۔(هدیة العارفین، ٥٦٤/٢)

عامہ مُتون (۱۱) اور شُروح (۱۲) میں ہے۔

اور علامہ عینی (۱۳) نے ''بخاری'' کی ''شرح'' (۱۴) میں فرمایا کہ بے شک ایام تشریق (یعنی، گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ) میں رمی کا محل زوال کے بعد ہے اور وہ اسی طرح ہے، اور اِسی پر ائمہ مُتّفِق ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایام تشریق کے تیسرے روز میں (دیگر ائمہ کی) مخالفت کی، پس فرمایا تیسرے روز میں زوال سے قبل رمی استحساناً جائز ہے (اگرچہ مکروہ ہے) اور فرمایا ایام تشریق کے پہلے یا دوسرے روز رمی اگر زوال سے قبل کی تو اِعادہ کرے اور تیسرے روز (زوال سے قبل

۱۱۔ یہاں مُتون سے مرادمُتون متقدمہ ہیں جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقول کو بیان کرنے کے ضامن ہیں جیسے ''مختصر طحاوی''، ''کرخی''، ''قدوری'' اور ''حاکم'' اور فقیہ ابی اللیث کی ''خزانہ'' جیسا کہ مصنّف نے آگے چل کر یہی لکھا ہے۔ متاخرین کے نزدیک مُتون معتبرہ تین یا چار ہیں چنانچہ علامہ عبدالاول جونپوری لکھتے ہیں کہ مرادمُتون سے مُتون ثلاثہ ''وقایہ'' اور ''مختصر القدوری'' اور ''کنز الدقائق'' ہیں اور متأخرین نے اِسی پر اعتماد کیا ہے اور بعض متأخرین کے نزدیک مُتون اربعہ ''وقایہ'' اور ''کنز'' اور ''مختار'' اور ''مجمع البحرین'' معتمد ہیں۔(مفید المفتی، تبصرہ مُتون کے بیان میں، ص۴۷)

۱۲۔ یہاں شروح سے مرادمُتون متقدمہ کی شروح ہیں۔

۱۳۔ علامہ محمود بن احمد بن موسیٰ، کنیت ابو الثناء اور ابو محمد، لقب بدر الدین اور عینی کے نام سے معروف ہیں، ۱۷ رمضان ۷٦۲ھ میں عینتا میں ہوئی، متعدد علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مصر میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے، اور کئی تصانیف آپ کی یادگار ہیں اور ۴ ذوالحجہ ۸۵۵ھ میں قاہرہ میں وصال فرمایا۔(دیکھئے مفید المفتی، ص٥٣۔ أیضاً معجم المؤلفین، ١٥٠/١٢۔ أیضاً هدیة العارفین، ٤٢٠/٦۔ أیضاً التّاج المکلل، ص٣٣٤)

۱۴۔ اس شرح سے مراد آپ کی کتاب ''عمدة القاری'' ہے اور یہ کتاب آپ کی حدیث دانی کا بیّن ثبوت ہے۔

رمی کی) تو اُسے جائز ہوگئی اور عطاء اور طاؤس نے فرمایا: تینوں دنوں میں زوال سے قبل رمی جائز ہے۔ اھ (۱۵) پس (مندرجہ بالا عبارت نے) افادہ کیا کہ امام اعظم سے زوال سے قبل رمی کے جواز کی روایت فقط ایام تشریق کے تیسرے روز کے بارے میں ہے۔

اور (علامہ رحمت اللہ کی) (۱۶) ....

۱۵۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب (٢٥) الحج، باب (١٣٤) رمی الجمار، ٧/ ٣٧٠، ٣٧١

۱۶۔ مُلّا رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی ثم المدنی ثم المکی، (عجم میں بہت پایہ کے عالم کو مُلّا کہا جاتا ہے) ۹۳۰ھ میں سندھ کے شہر دربیلہ میں ولادت ہوئے، آپ کے والد صاحبِ "منهاج المشكاة" علامہ عبدالعزیز الأبھری متوفی ۹۲۸ھ کے شاگرد تھے، اور چھوٹے بھائی حمید الدین (یا عبدالحمید) بن قاضی عبداللہ سندھی متوفی ۱۰۰۹ھ مشہور مُحدّث ابن حجر الہیتمی المکی متوفی ۹۷۴ھ کے شاگرد تھے، والد اور بھائی کے ساتھ حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر مندرجہ ذیل علماء اسلام نے آپ سے اور آپ نے اُن سے اخذِ علم کیا، (۱) ابن حجر المکی، (۲) صاحبِ "تنزيه الشّريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة"، شیخ علی بن محمد بن علی الکنانی متوفی ۹۶۳ھ، (۳) صاحبِ "كنز العمال فی سُنن الأقوال و الأفعال"، شیخ حسام الدین علی بن عبدالملک البرھانفوری متوفی ۹۷۵ھ آپ کی تصنیفات میں سے "لباب المناسك و عُباب المسالك"، المعروف "المَنْسَك الأوسط" (جس کی شرح مُلّا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے "المسلك المتقسّط" کے نام سے کی) "جمع المناسك و نفع النّاسك" جو "المَنْسك الكبير" کے نام سے معروف ہے اور "زُبدة المناسك" جو "المَنْسك الصغير" کے نام سے معروف ہے، "زُبدہ" کی شرح مُلّا علی القاری، فقیہ حنیف الدّین بن عبدالرحمٰن حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ، شیخ ابراہیم بن بیری الحنفی متوفی ۱۰۹۹ھ اور شیخ جمال الدین محمد بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ نے کی اور ان شروح پر مختلف علماء اسلام نے حواشی قلم بند فرمائے جس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،

"لُباب المناسک" (۱۷) میں ہے کہ پس زوال سے قبل مشہور روایت (۱۸) کے مطابق رمی جائز نہیں، (۱۹) اور "لُباب المناسک" کے شارح (۲۰) نے فرمایا یعنی جمہور کے نزدیک

بروز جمعۃ المبارک ۱۸ محرم الحرام ۹۹۳ھ میں وصال فرمایا اور "جنت المعلٰی" میں مدفون ہوئے۔ (دیکھئے إرشاد ساری إلی مناسك الملاّ علی القاری، الفصل الأول التعریف بصاحب المتن، ص٣، ٤۔ أیضاً معجم المؤلّفین، ٤/ ١٥٤۔ أیضاً الفوائد البهیّة فی تراجم الحنفیّة، حرف الرّاء المهملة، ص٤٧٥۔ أیضاً الأعلام لخیر الدین الزرکلی، رحمة الله بن عبد الله، ٣/ ١٩۔ أیضاً نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النّواظر، حرف الراء، ١/٤/ ٣٣٩۔ أیضاً کشف الظّنون، ٢/ ١٥٤٥)

۱۷۔ لُباب المناسك، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل: فی وقت الرّمی فی الیومین، ص٢٦٢

۱۸۔ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی صاحبِ "کنز" کے قول "پھر یوم نحر کے دوسرے روز زوال کے بعد تینوں جمرات کو رمی کر" کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ رمی کے اول وقت کا بیان ہے اور امام اعظم کے اقوال میں سے مشہور قول ہے۔ (النّهر الفائق، ٢/ ٩١)

۱۹۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے روز جمرات کی رمی درست ہونے کے وقت کی ابتداء زوال کے بعد سے ہے، پس اِن دونوں دنوں میں صحیح اور مشہور قول کے مطابق زوال سے قبل رمی جائز نہ ہوگی اور یہی قول صاحبِ ہدایہ، قاضیخان، صاحبِ کافی اور صاحب بدائع وغیرھم کا مختار ہے۔ اور ایک روایت (جو کہ غیر ظاہر الروایت ہے) میں آتا ہے کہ اِن دونوں دنوں میں زوال سے قبل رمی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ افضل رمی بعد الزوال ہے لیکن "ظاہر الروایت" پہلا (یعنی عدم جواز والا) قول ہے۔ (حیاة القلوب فی زیارت المحبوب، باب دهم، فصل چهارم دربیان وقت رمی جمار، ص٢١٦)

۲۰۔ "لُباب المناسک" کی متعدّد علماء نے شرح لکھی ہے جیسے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے "المَسلك المتقسّط فی المَنْسَك المُتوسّط" کے نام سے علامہ قاضی عبدالرحمٰن عُمری مُرشدی حنفی مکی متوفی ۱۰۶۷ھ نے، علامہ فقیہ عبداللہ بن حسن عفیف کازرونی مکی حنفی نے جو ۱۱۰۲ھ میں حیات تھے، علامہ خطیب قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی متوفی ۱۱۴۳ھ نے اور اُن

(زوال سے قبل رمی جائز نہیں) جیسا کہ صاحبِ ہدایہ (علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی

کے بھائی کے بیٹے قاضئ مکہ فقیہ جمال الدین محمد بن محمد انصاری نے اور یہاں شارح سے مراد علی بن سلطان محمد ہیں جو افغانستان کے علاقے ہرات کی نسبت سے ہروی اور مکہ مکرمہ میں رہنے کی وجہ سے مکی کہلائے، آپ حنفی المذہب تھے اور مُلّا علی قاری کے نام سے معروف ہیں، "مُلّا" عجم میں بڑے عالم کو کہا جاتا ہے اور قاری اس لئے مشہور ہوئے کہ آپ قرأت میں امام تھے۔

آپ ہرات میں پیدا ہوئے، وہیں علوم وفنون حاصل کئے، ۹۵۲ھ کے بعد مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں کے علماء سے علوم حاصل کئے اور اپنی وفات تک تقریباً چالیس سال وہیں رہے اور سن ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی اور "جنت المعلی" میں دفن ہوئے، آپ کا شمار بڑے محققین اور عظیم مُصنّفین میں ہوتا ہے، آپ بہت سے علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے، فنون نقلیہ وعقلیہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو اڑتالیس (۱۴۸) تک پہنچی ہے اُن میں سے بعض ضخیم ہیں جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں اور کچھ رسائل بہت مختصر ہیں کہ چند اوراق پر مشتمل ہیں۔ (دیکھئے مفید المفتی، گیارہویں صدی کے علماء، ص ۱۲۹۔ أیضاً معجم المؤلفين، ۷/۱۰۰۔ أیضاً الفوائد البهية و يليه طرب الأماثل، ص ۴۱۵۔ أیضاً التاج المكلل، ص ۲۸۳۔ أیضاً خلاصة الأثر، حرف العين، ۳/۱۸۵۔ أیضاً البدر الطالع، حرف العين، ص ۴۸۴) ہیں، اور آپ کی شرح کا نام "المَسلك المُقَسّط في المَنسَك المُتوسّط" ہے اور المتقسّط: قَسَطَ يَقْسِطُ سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی فیصلے میں عدل کرے گویا اِس میں اِس طرف اشارہ ہے کہ آپ نے اِس شرح میں انصاف کی رعایت کی اور اعتدال کی راہ اختیار کی، نہ اِس میں اطناب ہے کہ ملال میں ڈال دے اور نہ اختصار کہ فہم مراد کو مُخل ہو اور یہ "مناسك مُلّا على القاری" کے نام سے معروف ہے، ایک یہ عظیم نافع شرح ہے، علماء کے درمیان متداول ہے، علماء نے اِس کی طرف رُجوع کیا اس پر حواشی لکھے جو اس کے متن علامہ رحمت اللہ سندھی کی کتاب "لُباب المناسك" کی طرح عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ (مفيد المفتي، حرف اللام، ص ۶۰۔ أيضاً طرب الأماثل، حرف الراء، ص ۴۷۵۔ أيضاً معجم المؤلّفين، باب الراء، ۴/۱۵۴)

حنفی متوفی ۵۹۳ھ)، قاضی خان (۲۱) اور صاحبِ کافی (۲۲) اور صاحبِ بدائع (۲۳)

۲۱۔ حسن بن منصور بن محمد، کُنیت ابوالمفاخر وابوالمحاسن، لقب فخر الدین المعروف بقاضیخان، ابن کمال پاشا متوفی ۹۴۲ھ نے طبقۂ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے (طبقات فقہاء کے چوتھے طبقے اصحابِ ترجیح میں بھی شامل ہیں) بلادِ "فرغانہ" کے ایک شہر "اُوزجند" کی طرف نسبت کی وجہ سے "اُوزجندی" کہلاتے ہیں، امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کے شاگرد قاسم بن قطلو بغا متوفی ۸۷۹ھ نے کہا ہے کہ قاضیخان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں، تصنیفات میں سے "فتاوىٰ قاضيخان"، "الواقعات"، "اللآلي"، "كتاب المحاضر"، "شرح الزّيادات"، "شرح الجامع الصّغير"، اور "شرح أدب القضاء" شامل ہیں، اور آپ ۵۹۲ھ میں وصال فرمایا۔ (مفيد المفتي، مقدمه، ص ۴۴، ۴۵۔ أيضاً الفوائد البهيّة، ص ۱۱۱۔ أيضاً كشف الظّنون، ۲/۱۲۲۷)

۲۲۔ صاحبِ کافی محمد بن محمد بن احمد ہیں، کُنیت ابوالفضل ہے اور شہر بلخ کی جانب نسبت کی وجہ سے بلخی کہا جاتا ہے، "حاکم شہید" کے نام سے مشہور ہیں، صاحبِ مستدرک محمد بن عبداللہ النیسابوری المعروف بالحاکم متوفی ۴۰۵ھ کے استاد ہیں، "کافی" میں امام محمد کی کُتُب ظاہر الروایۃ سے مسائل فقہ انتخاب کر کے جمع کئے گئے ہیں کافی مثل کُتُب اُصول کے سمجھی گئی ہے، بخارہ کے قاضی ہوئے پھر خُراسان کے امیر نے اپنا وزیر بنالیا، ساٹھ ہزار احادیث حفظ تھیں، شہادت کی دُعا مانگا کرتے جو قبول ہوئی اور حالت سجدہ میں ربیع الآخر ۳۳۴ھ میں شہادت پائی، تصنیفات میں "المختصر"، "المنتقى" اور "الكافي" شامل ہیں، "كافي" کی شروح میں سے "مبسوط سرخسي" ہے جو شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۹۰ھ کی تصنیف ہے، دوسری امام احمد بن منصور متوفی ۴۸۰ھ کی تصنیف ہے، جنہیں اسبیجابی کہا جاتا ہے، تیسری اسمٰعیل بن یعقوب انباری متکلّم کی شرح ہے۔ (مفيد المفتي، حرف الكاف، ص ۵۸۔ أيضاً الفوائد البهيّة، ص ۳۰۵۔ أيضاً كشف الظّنون، ۲/۱۸۵۱۔ أيضاً الجواهر المضية، ۳/۳۱۳۔ أيضاً تاج التّراجم، ص ۱۳۹)

۲۳۔ ابوبکر بن مسعود بن احمد، لقب علاء الدین اور ملک العلماء ہے، ترکستان کے شہر کاسان کی طرف نسبت کی وجہ سے کاسانی کہلاتے ہیں اور اِسی نام سے مشہور ہیں۔ "بدائع الصّنائع"

وغیرہا(۲۴) اور قیل کے (یعنی صیغۂ تمریض کے ساتھ ذکر کئے گئے) قول کونقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ''ظاہر الروایۃ'' کے خلاف ہے(۲۵) اور صفتِ رمی کی فصل میں فرمایا اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے(۲۶) اور مکروہاتِ رمی کی فصل میں فرمایا کہ اور صحیح یہ ہے کہ درمیان کے دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ) میں زوال سے قبل رمی درست نہیں اور چوتھے دن (یعنی تیرہ تاریخ) میں امام اعظم کے نزدیک (زوال سے قبل رمی) مکروہ ہے برخلاف صاحبین (۲۷)

اصل میں ''تحفۃ الفقہاء'' کی شرح ہے جو اُن کے استاد امام علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی حنفی متوفی ۵۳۹ھ/ ۵۴۰ھ کی تصنیف ہے، جب یہ شرح مکمل ہوگئی تو شارح نے ماتن کی خدمت میں پیش کی، استاد ماتن نے شاگرد شارح کی شرح کو بہت پسند کیا اور اپنی بیٹی فاطمہ فقیہہ کے ساتھ اُن کا نکاح کر دیا جنہیں اپنے والد کی تصنیف حفظ تھی، ''بدائع'' کے علاوہ ''السّلطان المبين في أصول الدّين'' آپ کی تصنیف ہے، بروز اتوار بعد نماز ظہر دس رجب المرجب ۵۸۷ھ میں وصال ہوا اور اپنی زوجہ کے قریب دفن کئے گئے جن کی قبر پر ہر شبِ جمعہ فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے جو آج بھی حلب میں مرجع خلائق ہے۔(الجواهر المضية، كتاب الكنى، ص٤٤٥ ـ أيضاً مفيد المفتي، حرف الباء و التاء، ص١٢ تا ١٧ ـ أيضاً مقدمه بدائع الصنائع، ترجمة، ١/٧٤ تا ٧٦ ـ أيضاً معجم أعلام الفقهاء، حرف الكاف، ص٢٨٣)

۲۴۔ المَسلك المتقسّط في المَنسَك المُتوسّط، باب رمي الجمار و أحكامه، فصل: في وقت الرّمي في اليومين، ص٢٦٢

۲۵۔ المَسلك المتقسّط في المَنسَك المُتوسّط، باب رمي الجمار و أحكامه، فصل: في وقت الرّمي في اليومين، ص٢٦٤

۲۶۔ المَسلك المتقسّط في المَنسَك المُتوسّط، باب رمي الجمار و أحكامه، فصل: في صفت الرّمي في هذه الأيام، ص٢٦٨

۲۷۔ فقہاءِ احناف جب ''صاحبین'' بولتے ہیں تو مراد قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن ہوتے ہیں اور جب شیخین بولتے ہیں تو مراد امام اعظم امام ابوحنیفہ اور اُن کے شاگرد قاضی ابو یوسف

کے جیسے صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) (۲۸) کے نزدیک بھی اِس دن

ہوتے ہیں، اور جب طرفین بولتے ہیں تو مراد امام اعظم اور اُن کے شاگرد امام محمد بن حسن ہوتے ہیں، اسی طرح ''مفید المفتی'' (ص۷۸، ۷۹) وغیرہ میں ہے۔

یاد رہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذکر میں اگر ''شیخین'' کا لفظ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مراد ہوتے ہیں اور اگر مُحدِّثین کے ذکر میں ''شیخین'' کا لفظ آئے تو امام بخاری اور امام مسلم علیہما الرحمہ مراد ہوتے ہیں۔

۲۸۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، آپ کا شمار امام اعظم کے اجل تلامذہ میں ہوتا ہے اور اسلام میں سب سے پہلے ''قاضی القضاۃ'' کے لقب سے آپ ہی مشہور ہوئے، فقہ حنفی کے اُصول سب سے پہلے آپ نے ہی وضع کئے اور آپ نے ہی امام ابوحنیفہ کے مذہب کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا، امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور محمد بن حسن شیبانی آپ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں، آپ نے انتیس (۲۹) برس تک فجر کی نماز امام ابوحنیفہ کے ساتھ پڑھی، کبھی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہوئی، آپ بڑے عبادت گزار تھے، قاضی ہو جانے کے بعد بھی روزانہ دو سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، اور آپ نے ۱۸۲ھ میں بغداد میں وصال فرمایا۔(ردّ المحتار، المقدّمة، مطلب: ترجمة أبي يوسف، ١/١٦٥، مطبوعة: دار الثقافة، بيروت ـ و مفيد المفتي، مقدمه، فصل سوم، ص١٥)

اور امام محمد بن حسن بن فرقد شیبانی آپ ۱۳۲ھ میں ''واسط'' میں پیدا ہوئے، کوفہ میں پرورش پائی، آپ نے امام مالک، امام ابو یوسف، ربیعہ، مسعر بن کدام اوزاعی اور ثوری سے حدیث، امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف سے فقہ کا علم حاصل کیا، بیس برس کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں درس دینا شروع کیا، کئی فنون میں آپ اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، علم قرآن، علم عربیت، نحو، حساب، فقہ میں آپ استاد مانے جاتے ہیں، آپ ہی کی کُتُب میں سے چھ کُتُب کو ''ظاہر الرّوایۃ'' کہا جاتا ہے اور انہی کو کُتُبِ اُصول کہتے ہیں، آپ کے تلامذہ میں سے امام شافعی، ابو حفص کبیر احمد بن حفص، ابو سلیمان جوزجانی وغیرہم اکابر شمار کئے جاتے ہیں اور آپ نے ۱۸۹ھ میں بمقام ''رے'' وصال فرمایا۔(ردّ المحتار، المقدّمة، مطلب: ترجمة محمد بن الحسن الشيباني، ١/١٦٦، مطبوعة: دار الثقافة،

زوال سے قبل رمی درست نہیں۔ اھ(۲۹)

پس (اِس عبارت نے) اِفادہ کیا کہ جو درمیان کے دو دِنوں میں اِس کے جواز کی روایت کا کہا گیا اور جواز کی روایت خصوصاً نحر کے تیسرے دن اُس شخص کے لئے جو اِس دن لوٹنے کا ارادہ کرے (دونوں روایتیں) درست نہیں ہیں اور یہ ''ظاہر الروایت'' (۳۰) کے خلاف ہے اور اُس کے خلاف ہے جو مُتون میں ہے اور اِجماع کے خلاف ہے، پس اِن دونوں روایتوں میں سے کسی ایک یا دونوں پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (۳۱)

بیروت۔ أیضاً مفید المفتی، مقدمه، فصل سوم، ص۱۷)

۲۹۔ المَسُلك المتقسِّط فی المَنُسَك المُتوسِّط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل: فی مكروهاته، ص۲۷۷

۳۰۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ ''ظاہر الروایۃ'' کا معنی یہ ہے وہ مسئلہ اُن مسائل سے ہو جو اُن کُتُب میں ہے جنہیں امام محمد بن حسن شیبانی سے ''روایت ظاہرہ'' کے ساتھ روایت کیا ہے، اُسی پر فتویٰ دیا جائے گا اگرچہ انہوں نے اُس (مسئلہ) کی تصحیح کی صراحت نہ کی ہو۔ اور لکھتے ہیں کہ لیکن ''ظاہر الروایۃ'' میں غالب شائع یہ ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ یا اُن میں سے بعض کا قول ہو۔(مجموعه رسائل ابن عابدین، شرح المنظومة المسمّاة بعقود رسم المفتی، ۱/۱٦)
لیکن اُس کے لئے ایک قاعدہ ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام نے ذکر کیا جیسا کہ اُن کے شاگرد علامہ قاسم کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ جب تک اُس مسئلہ میں امام محمد اختلاف کی حکایت نہ کریں تو وہ اُن سب (یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ) کا قول ہوتا ہے۔

۳۱۔ اور ''حیاۃ القلوب'' کے ''حاشیہ'' میں ہے کہ اور ''محیط'' میں اپنے قول ''فی الظاہر الروایۃ'' میں اُس سے احتراز کیا جسے حاکم نے ''منتقیٰ'' میں امام اعظم سے ذکر کیا کہ اگر حاجی تیسرے دن

اور یہ وہم نہیں کیا جائے گا کہ (علامہ رحمت اللہ سندھی کی کتاب) ''لُباب

زوال سے قبل کُوچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ رمی کر لے، اِسی طرح ''مبسوط'' اور کثیر معتبرات میں ہے کہ یہ امام ابویوسف سے ایک روایت ہے اِسی طرح ''شرح الطّحاوی'' میں ہے۔ اور اس پر آج لوگوں کا عمل ہے اور اسی میں زحمت سے راحت ہے(ضیاء الأبصار حاشیه نسك در مختار لشیخ محمد طاهر سنبل مكی حنفی علیه الرحمه) اور صحیح وہی ہے جسے مصنّف (مخدوم محمد ہاشم) قدس سرہ نے ذکر کیا، دوسرا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔ ''غنیۃ الناسک'' مصنّفہ سید حسن شاہ مہاجر مکی میں لکھتے ہیں: پس ''ظاہر الراویۃ'' میں رمی قبل الزوال جائز نہیں ہے اور اصحابِ مُتون وشروح اور فتاوی میں سے جمہور علماء اِسی پر ہیں۔ ''فیض'' میں فرمایا: یہی صواب ہے اھ اور حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے الخ (امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے کہ اگر وہ ایام نحر کے تیسرے روز (یعنی بارہ ذوالحجہ کو) کُوچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ زوال سے قبل رمی کر لے، اگرچہ زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے اور جو شخص اس روز کوچ کا ارادہ نہیں رکھتا اس کے لئے زوال سے قبل رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ غینة الناسك، باب رمی الجمار، ص ۱۸۱) اور یہ (جو ذکر کیا گیا ہے) ''ظاہر الروایۃ'' کے خلاف ہے اور حضور ا کے فعل اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے فعل کی تصریح کے خلاف ہے اور ''بدائع'' میں فرمایا یہ باب (یعنی حج کا باب) قیاس سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ توقیف سے پہچانا جاتا ہے اھ اور ''فتح القدیر'' میں فرمایا ان دونوں دنوں میں رمی زوال سے قبل بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ معقولیّت نہ ہونے کی وجہ سے منقول کی اتباع واجب ہونے کے سبب (رمی قبل الزوال جائز نہیں) اھ اور ''در مختار'' میں فرمایا: روایاتِ ظاہرہ جس پر ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا قطعاً اُسی پر فتویٰ دیا جائے گا اور فقہاء کا فتویٰ دینے میں ان روایات کے بارے میں اختلاف ہے جن میں ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا اھ اور شارح نے فرمایا: اور صحیح یہ ہے کہ رمی اِن دونوں یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ میں مطلقاً درست نہیں مگر زوال کے بعد۔(حاشیه حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دهم، فصل چهارم، ص۲۱٦، ۲۱۷)

المناسک'' مُتون میں سے ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ مُتون میں سے نہیں ہے اِس لئے کہ اُس میں بہت سے شُروح اور فتاویٰ کے مسائل ہیں، اور صرف مُتون جو شُروح اور فتاویٰ پر مقدم ہیں وہ مُتون مقدمہ ہیں جو تکلُّفاً امام اعظم کے اقوال کو بیان کرنے کے ضامن ہیں جیسے ''مختصر'' (۳۲)، ''کرخی'' (۳۳)، ''قدوری'' (۳۴)، ''حاکم'' (۳۵)،

۳۲۔ یہ فقہ حنفی کی مستند کتاب جس کے مصنّف امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ ہیں، متعدّد فقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں، اس میں ان اعتراضات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں جو امام ابوحنیفہ اور صاحبَین پر کئے گئے تھے۔ (دیکھئے مفید المفتی، ذکر مبسوطات، ص ٦٥)

۳۳۔ آپ شیخ الحنفیہ ابوالحسن عبداللہ بن حسین کرخی حنفی ہیں، آپ نے فقہ کا علم امام اسماعیل بن حماد بن امام ابی حنیفہ کے شاگرد امام ابوسعید بردعی سے حاصل کیا اور مشہور زاہد عابد تھے اور آپ نے فقہ میں ایک مختصر کتاب لکھی جس کی "مختصر کرخی" کے نام سے شہرت ہے اور امام محمد کی ''جامع کبیر'' اور ''جامع صغیر'' کی شرح بھی آپ کی یادگار ہے، آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں اور وصال ۳۴۰ھ میں ہے اور آپ کے مشہور تلامذہ میں امام ابوبکر جصاص رازی حنفی، ابو علی احمد شاشی فقیہ وغیرہما شامل ہیں۔ (دیکھئے مفید المفتی، ص ۲۸)

۳۴۔ اس کو مختصر قدوری بھی کہتے ہیں، فقہ حنفی کی معتمد کُتُب میں شامل ہے، مُصنِّف امام ابوالحسن احمد بن محمد بغدادی متوفی ۴۲۸ھ ہیں، فقہ حنفی میں لفظ ''کتاب'' سے اس کا متن مراد ہوتا ہے، کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ نے لکھا: وهو متن متين معتبر متداول بين الائمة الأعيان و شهرته تغني عن البيان، اس کے وِرد کو باعث خیر و برکت قرار دیا گیا ہے بے شمار شروح لکھی گئی ہیں۔ (دیکھئے مفید المفتی، حرف القاف، ص ٥٢)

۳۵۔ یہاں ''حاکم'' سے مراد اُن کی کتاب "الکافی" ہے جو امام محمد بن حسن شیبانی کی چھ کُتُب کی جامع ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں: و يجمع السّتّ كتاب الكافي۔ للحاكم الشهيد فهو الكافي اور لکھتے ہیں کہ "فتح القدير" میں ہے کہ کتاب "کافی" وہ کتاب ہے کہ جس میں امام محمد کی چھ ظاہر الروایت کُتُب جمع ہیں (شرح المنظومة المسمّاة بعقود رسم المفتي، في ضمن رسائل ابن عابدين، ۱/ ۲۰)

امام ابو اللیث (۳٦) کی (کتاب) ''خزانۃ الفقہ'' (۳۷) اور اِن کی مثل حتی کہ ''وقایہ'' (۳۸) اور اُس کے ''مختصر'' (۳۹) کہ امامین (۴۰) کے اقوال اور متأخّرین کے استحسانات کے اختلاط کی وجہ سے اُن میں سے شمار نہیں کیا گیا، چہ جائیکہ کہ

۳٦۔ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی حنفی فقیہ ابوجعفر ہندوانی متوفی ۳٦۲ھ کے شاگرد رشید ہیں اور امام الھُدیٰ کے لقب سے مشہور ہیں، کُتُب فتاویٰ میں ان کے رائے اور اقوال بڑے اعتماد کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں، "شرح الوقايه" کے كتاب النكاح، باب المهر میں آپ کا ذکر ہے، تفسیر القرآن، تنبیہ الغافلین، بستان العارفین، شرح الجامع الصغیر، النوازل، خزانۃ الفقہ، العیون، مختلف الروایۃ وغیرہا آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔ (دیکھئے مفید المفتی، ص ۳۱)

آپ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے، ۳۷۳ھ، ۳۷٦ھ، ۳۷۵ھ، ۳۹۳ھ بھی لکھتے ہیں۔ اور "حدائق الحنفية" کے بقول مختار یہ ہے کہ نواح بلخ میں منگل کی رات گیارہ جمادی الأخری ۳۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (دیکھئے مفید المفتی، ص ۳۱)

۳۷۔ یہ فقہ میں ایک مختصر کتاب "كنز الدقائق" کی طرح ہے جو امام ابو اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ کی تصنیف ہے۔ (مفيد المفتي، حرف الخاء، ص ۲۲۔ أيضاً كشف الظنون، ۱/ ۷۰۳)

۳۸۔ "وقاية الرواية" کے بارے میں علامہ عبدالاول جونپوری لکھتے ہیں کہ مصنف اس کے برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ حنفی ہیں، انہوں نے اس متن کو اپنے نواسے صدر الشریعہ (ثانی) کے واسطے تصنیف فرمایا، یہ فقہ کا ایک متن متین مقبول ائمہ مسلمین ہے۔ اس کی شرحیں اکابر علماء نے لکھی ہیں۔ (دیکھئے مفید المفتی، ص ۸٦)

۳۹۔ یہاں "مختصر" سے مراد "مختصر الوقايه" ہے چنانچہ علامہ جونپوری لکھتے ہیں اسی متنِ "وقايه" کو صدر الشریعہ ثانی صاحبِ "شرح وقايه" نے مختصر کر کے "نقايه" نام رکھا ہے۔ (مفيد المفتي، ص ۸٦)

۴۰۔ یہاں امامین سے مراد امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔

’’دُرر‘‘ (۴۱) ، ’’ملتقی‘‘ (۴۲)، ’’تنویر‘‘ (۴۳) اور ’’فقہ الکیدانی‘‘ (۴۴) اور

۴۱۔ یہ ’’غـرر الأحـكـام‘‘ کی شرح ہے، متن اور شرح دونوں علامہ فقیہ محمد بن فراموز رومی حنفی کی تصنیف ہیں، اور آپ مُلّا خسرو کے نام سے مشہور ہیں اور آپ نے قسطنطنیہ میں ۸۸۵ھ میں وفات پائی اور ’’غــرر‘‘ اور ’’دُرر‘‘ پر علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے حاشیہ لکھا جو اُن کی حیات اور بعد از وصال علماء میں بہت مقبول ہوا۔ (دیکھئے مفيد المفتي، ص ٦٠ ـ أيضاً و النّظم العقيان فی اعيان الاعيان، ص ١٠٩)

۴۲۔ یہ علم فقہ میں مختصر متن ہے جو علامہ محقق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی نے جمع کیا اور آپ قسطنطنیہ میں جامع سلطان محمد خان میں امام و خطیب تھے اور مدرسہ دار القرأۃ میں مُدرِّس تھے، اس متن کی متعدد شروح ہیں جن میں سے مشہور ’’مجمع الأنهر‘‘ اور ’’الدُّرُّ المنتقی‘‘ ہیں۔

۴۳۔ یہ علم فقہ میں مختصر متن ہے جو شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ بن احمد خطیب تُمر تاشی حنفی کی تصنیف ہے اور ’’تُمر تاش‘‘ خوارزم کے ایک گاؤں کا نام ہے، آپ ۹۳۹ھ میں غزہ ہاشم میں پیدا ہوئے، اس وجہ سے آپ کو غزی بھی کہا جاتا ہے، آپ تیس سے زائد کُتُب و رسائل کے مُصنِّف ہیں اور آپ نے اپنے اِس متن ’’منح الغفار‘‘ کے نام سے شرح بھی لکھی، اللہ تعالیٰ نے اس متن کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ علماء نے اسے قبول کیا اور بعض نے اس کی شروح لکھیں، اور اُن میں سے علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ کی شرح کو بہت شہرت ملی۔ (هدية العارفين، ٢/٢٦٢ ـ أيضاً الأعلام، ٦/٢٣٩ ـ أيضاً معجم المؤلّفين، ١٠/١٩٦ ـ أيضاً أيضاح المكنون، ١/٢٣٦، ٢/٢٠٦ ـ أيضاً خلاصة الأثر، ٤/١٨)

۴۴۔ یہ رسالہ ’’مقدمة الصلاة‘‘ ہے جس کا نام ’’عمدة المصلّی‘‘ ہے جو لطف اللہ نسفی کی طرف منسوب ہے جو فاضل کیدانی کے نام سے معروف ہیں اور علامہ شمس الدین محمد بن حسام الدین خُراسانی قُہستانی متوفی ۹۵۳ھ/۹۶۲ھ نے ’’جـامـع الـمبـانـی فـی شـرح فقـه الـكـيـدانی‘‘ کے نام سے اِس کی شرح کی ہے۔ (كشف الظّنون، ٢/١٨٠٢ ـ أيضاً ايضاح المكنون، ٢/٥٤٤ ـ أيضاً هدية العارفين، ٢/٢٤٤ ـ أيضاً الأعلام، ٧/١١) اور ’’مقدمه الصّلاة‘‘ علامہ محمد بن حمزہ شمس الدین فنّاری کی طرف بھی منسوب ہے اور ’’كشف الظّنون‘‘ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔

’’دُرِّ مختار‘‘ (۴۵) میں ہے مرجوح (۴۶) قول پر حکم اور فتویٰ جہل اور خرقِ الاجماع ہے (۴۷) اِسی طرح اپنی ذات کے لئے عمل کرنا۔ ’’رَدُّ الـمـحـتـار‘‘ (۴۸) عن ’’شرنبلالیہ‘‘ (۴۹)، اور اُس سے کوئی دھوکے میں نہ پڑے جو ’’خزانہ‘‘ میں ہے کہ عالم جو نُصوص اور اخبار کی معنی کو پہچانتا ہو اور وہ اہلِ درایت میں سے ہو اُس کے لئے جائز

۴۵۔ یہ علامہ تُمر تاشی کی کتاب ’’تـنـويـر الابصار‘‘ کی شرح ہے جو علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد مضیٰ حصکفی دمشقی کی تصنیف ہے اور آپ ۱۰۲۵ھ یا ۱۰۲۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور علماء میں آپ کا شمار فقیہ، اُصولی مُحدِّث، مفسِّر اور نحوی کے طور پر ہوتا اور آپ نے متعدد علماء سے اکتساب علم کیا جن میں علامہ خیر الدین بن احمد بھی شامل ہیں اور آپ کی تصانیف میں سے ’’درمـخـتـار‘‘ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کتاب پر متعدد علماء نے حواشی تحریر کئے جیسے علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے ’’ردالمحتار‘‘ اور علامہ محمد عابد انصاری سندھی نے ’’طوائع الأنوار‘‘ کے نام سے وغیرہم

۴۶۔ علامہ قاسم قطلو بغا حنفی لکھتے ہیں کہ مرجوح راجح کے مقابلے میں عدم کے مرتبے میں ہوتا ہے (التّصحيح و الترجيح، مقدمة المؤلّف، ص ١٢١)

۴۷۔ الـدُّرُّ الـمختار، مقدمة، ص ١٦، نوٹ: صاحبِ دُرّ علامہ حصکفی نے یہ عبارت علامہ قاسم حنفی متوفی ۸۷۹ھ کی کتاب ’’التـصـحيح و التّرجيح‘‘ کے حوالے سے ذکر کی ہے جب کہ ’’التـصـحيح و التّرجيح‘‘ کے مطبوعہ نسخے میں ہے: أمّـا الـحـكـم أو الفُتيا بمـا هو مـرجوحٌ فخلاف الإجماع (التصحيح و التّرجيح على مختصر القدوری، مقدمة المؤلّف، ص ١٣٠) یعنی، مگر مرجوع پر حکم یا فتویٰ تو وہ خلافِ اِجماع ہے۔

۴۸۔ ردُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التّصحيح، ص ١٧٥

۴۹۔ كتـاب العقد الفريد، الرسالة الخامسة فی رسائله، ١/٧٦ ـ اور یہ علامہ حسن بن عمّار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۹۶ھ کی تصنیف ہے اور آپ کے مجموعہ رسائل ’’تـحـقيـقات قدسيـه‘‘ میں شامل ہے۔

ہے کہ وہ اُس پر عمل کرے اگر چہ وہ اُس کے مذہب کے مخالف ہو۔(۵۰)

کیونکہ اِس عالم کی مثل ہمارے زمانے میں بلکہ بہت گزشتہ زمانوں میں عَنقاء (۵۱) کے انڈے (۵۲)، ہاں بہت لوگوں کے مابین صرف دعویٰ ہے اور جہل وخطاء پر فتویٰ دینا ہے بلکہ وہ صحیح کے خلاف کا عناداً قصد کرنے والا، قولِ امام سے آنکھیں بند کرنے والا ہے، بے شک مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مجتہد ہو اور جو ذکر کیا گیا اُس سے موصوف عالم کا وُجود فرض کر لیا جائے تو اُس کے لئے بھی یہاں مذہب کی مخالفت جائز نہیں (۵۳) کیونکہ مذہب جس میں ہم ہیں اُس کے خلاف نہ کوئی نص وارد ہے اور نہ خبر۔

۵۰۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، المقدمة، ۱/۱۷۵

۵۱۔ اصل عَنقاء کی یہ ہے کہ ایک بڑا پرندہ ہے کہ جس کا نام معروف ہے اور جسم مجہول (تاج العروس، باب القاف، ۲۶/۱۲۳)

۵۲۔ جو چیز ناممکن الحصول ہو یا ایک ہی مرتبہ پائی جائے اُس کے لئے اِس طرح کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے مرغ کا انڈا اور اردو زبان میں کہا جاتا ہے بھینس کا انڈہ

۵۳۔ مقلّد کو اپنے مذہب کی مخالفت روا نہیں ہے اگر چہ وہ مجتہد ہی کیوں نہ ہو چنانچہ علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور اُن سے علامہ قاسم قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ اور اُن سے علامہ شامی حنفی نقل کرتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہمارے اصحاب احناف میں سے کسی مفتی سے جب کسی مسئلہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا جائے یا کسی واقعہ کے بارے میں پوچھا جائے تو مسئلہ اگر ہمارے اصحاب سے اُن کے آپس میں کسی اختلاف کے بغیر روایت ظاہرہ میں مروی ہو تو وہ اُن کی طرف مائل ہوگا، اُن کے قول پر فتویٰ دے گا اگر چہ وہ خود مجتہد متقن ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ حق ہمارے اصحاب کے ساتھ ہے تو وہ اُن سے تجاوز نہیں کرے گا اور اُس کا اجتہاد اُن کے اجتہاد کو نہیں پہنچتا اور جو اُن کی مخالفت کرے اُس کے قول کی طرف نظر نہ کی جائے اور اُس کی حُجت قبول نہ جائے۔(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندية: ۱/۳ و التّصحيح و الترجيح على مختصر القدوری، مقدمة المؤلّف، ص۱۲٤، ۱۲۵ و مجموعة رسائل ابن عابدين، شرح المنظومة المسمّاة بعقود رسم المفتی، ۱/۲٤، ۲۵)

اور ''خزانہ'' میں مذکور ہے کہ اُس کے لئے نُصوص اور اخبار پر عمل جائز ہے اور وہ جو علم و اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہے بلا سند و اسناد شیطان کے گمراہ کرنے سے زوال سے قبل رمی کرتا ہے اور وہ ایسا نفس ہے کہ جس پر عناد غالب ہے، پس جب مرجوح قول پر عمل درست نہیں تو غیر صحیح قول پر عمل کیسے درست ہوگا اور ایسے قول پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا ہر قبیح سے زیادہ قبیح اور گمراہی اور صحیح صریح راہِ حق سے جاہلوں کو گمراہ کرنا ہے۔(۵۴)

اور ہماری کُتُب میں یہ ثابت ہے کہ وہ ''ظاہر الروایت'' سے عُدول نہیں کیا جائے گا مگر جب اُس کا خلاف کسی ایسی کتاب میں صحیح قرار دیا گیا ہو (۵۵) کہ جو مشہور ہو جیسے فضیلت والے علماء نے قبول کیا ہو جیسے (علامہ مرغینانی کی کتاب) ''ہدایہ'' اور

۵۴۔ علامہ قاسم حنفی امام شہاب الدین قرافی مالکی متوفی ۶۸۴ھ سے نقل کرتے ہیں کہ اور اگر مقلّد ہو تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اپنے مذہب میں مشہور پر فتویٰ دے اور اُسی کے ساتھ حکم دے اگر وہ اُس کے اپنے نزدیک راجح نہ ہو...... مگر حکم اور فتویٰ میں خواہش کی پیروی تو وہ اجماعاً حرام ہے اور مرجوح قول پر حکم کرنے والا فتویٰ دینا تو یہ اجماع کے خلاف ہے۔(التّصحيح و التّرجيح، مقدمة المؤلّف، ص ۱۳۰)

۵۵۔ اس کا مطلب ہے کہ مسئلہ تو کُتُبِ ''ظاہر الروایۃ'' میں مذکور ہو اور فقہاء کرام نے دوسری روایت کی تصحیح کی ہو جو ظاہر الروایۃ کُتُب کے غیر میں مروی ہو تو اُس وقت اُس کا اتباع ہوگا کہ جس کی فقہاء کرام نے تصحیح کی چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ ہاں اگر دوسری روایت کی تصحیح کی غیر کُتُب ظاہر الروایۃ سے تو اُس کا اتباع کیا جائے گا جس کی تصحیح کی ہو۔ (مجموعة رسائل ابن عابدين، شرح المنظومة المسمّاة بعقود رسم المفتی، ۱/۱٦) اور قاضی القضاۃ نجم الدین ابراہیم ابن علی طرسوسی حنفی متوفی ۷۵۸ھ اور اُن سے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ مُقلِّد کے لئے جائز نہیں کہ وہ فیصلہ کرے مگر ظاہر الروایۃ پر نہ کہ روایت شاذہ پر، ہاں اگر فقہاء نے تصریح کی ہو کہ فتویٰ اُس روایت (شاذہ) پر ہے۔(أنفع الوسائل: الكفالة إلى زمن، ص۳۰۳، و شرح المنظومة المسمّاة بعقود رسم المفتی، ۱/۱٦)

(حاکم شہید کی کتاب) ''کافی'' اور جس مسئلہ میں ہم ہیں اُس میں وہی صحیح ہے جو کہ ''ظاہر الروایت'' میں ہے نہ کہ اُس کا خلاف جیسا کہ آپ نے پہچانا ہے، اور یہ اُن میں سے بھی ہے کہ جس پر ہمارے اصحاب اور دوسرے ائمہ نے اتفاق کیا ہے، اور ''درمختار'' کے رسم المفتی میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے جو روایات ظاہرہ پر اتفاق کیا اُسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔اھ (۵۶) اور خصوصاً ''ظاہر الروایت'' کہ جس کی دلیل ظاہر ہو۔

علامہ (محمد بن عبدالواحد) ابن الہمام (۵۷) نے ''فتح القدیر'' میں فرمایا کہ ''ظاہر الروایت'' کی وجہ یہ ہے کہ رمی محض اَمر تعبُّدی ہے جس کا عقل سے ادراک ممکن نہیں تو منقول کی اتباع واجب ہے اور وہ یہ کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اِن

۵۶۔ الدُّرُّ المختار، المقدمہ، ص ۱۵

۵۷۔ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید ابن الہمام سیواسی کمال الدین اور ابن الہمام کے نام سے معروف ہیں، بقول امام سیوطی کے ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے جب کہ "حدائق الحنفیہ" میں پیدائش ۷۸۸ھ میں بتائی ہے اور ایسا ہی "الفوائد البھیۃ" میں ہے، آپ نے قاری الھدایہ سراج الدین عمر بن علی متوفی ۸۲۹ھ اور قاضی محبّ الدین بن الشحنہ سے فقہ پڑھی اور حدیث ابوزرعہ عراقی سے، آپ کشف و کرامات میں یکتائے روزگار تھے، اکثر آپ پر حالت و کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی تو فی الفور سنبھل جائے اور درس و تدریس میں مصروف ہو جاتے، آپ جامع شریعت و طریقت تھے، علم الاسرار اور علم الاحکام میں کامل تھے، "فتح القدیر" کے علاوہ "کتاب التحریر" اُصول میں آپ کی عدیم المثال تصنیف ہے، جس کی شرح آپ کی شاگرد ابن امیر الحاج شمس الدین محمد بن محمد متوفی ۸۷۹ھ نے لکھی اور "المسایرہ" اور "زاد الفقیر" بھی آپ کی تصنیف ہے، ۸۶۱ھ میں قاہرہ میں آپ کا وصال ہوا، اور سیواسی نسبت ہے سیواس کی طرف جو ملک روم میں واقع ہے۔ (دیکھئے مفید المفتی، مقدمہ، ص ۵۲، ۵۳۔ أیضاً حدائق الحنفیۃ۔ أیضاً الفوائد البھیّۃ، حرف المیم، ص ۲۹۶، ۲۹۷۔ أیضاً شذرات الذّھب، ۷/۲۸۹)

دونوں دِنوں میں زوال کے بعد رمی فرمائی۔ اور (صاحبِ فتح القدیر) چوتھے دن کی رمی میں امامین (ابو یوسف اور امام محمد کے قول) کی طرف مائل ہوئے کہ رمی اُس روز بھی زوال سے قبل جائز نہیں اور اِس کی تقویت میں فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رمی کے لئے وقت کے تعیّن میں معتمد قول دس تاریخ کو دن کے پہلے حصے سے اور اس کے بعد کے دنوں میں زوال کے بعد سے ہے یہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا فعل ہے جیسا کہ جہاں آپ ﷺ نے رمی فرمائی اُس جگہ کے غیر میں رمی نہیں ہوسکتی اور حضور ﷺ نے چوتھے دن رمی زوال کے بعد فرمائی، پس حاجی اُس سے قبل رمی نہیں کرے گا، اور اگر پہلے دن سے قیاس کے طور پر ثابت ہو جائے تو اس وجہ سے امام ابو حنیفہ کے لئے جو مذکور ہے وہ مندفع ہو گیا، مگر جب کہ بطریقِ دلالت ثابت ہو۔اھ (۵۸)

اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے لئے مذکور یہ ہے کہ جب چوتھے دن تخفیف کا اثر ترک کے طریقے سے ظاہر ہو گیا تو اِس تخفیف کا اثر رمی کے تمام اَوقات میں جواز کے حق میں بطریقِ اَولیٰ ظاہر ہوگا (۵۹) اور دوسرے اور تیسرے روز (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ کو) وہ (یعنی تخفیف کا اثر بطریقِ ترک) ظاہر نہ ہوگا تو یہ (یعنی زوال سے قبل رمی کا جواز بھی) ظاہر نہ ہوگا باوجود اِس کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام کے عمل (۶۰) سے یہی سمجھا کہ ایام تشریق میں رمی کا

۵۸۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قولہ: أولی إلخ، ۲/۵۱۱

۵۹۔ اسی طرح ''ہدایہ'' (کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قولہ: قبل الزّوال بم طلوع الفجر إلخ، ۱۔۲/۱۸۱) میں ہے۔

۶۰۔ حضور ﷺ کے عمل کو مُحدّثین کرام نے حضرت جابر اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے نحر کے روز یعنی دس ذوالحجہ میں چاشت کے وقت رمی فرمائی اور اس کے بعد کے دنوں میں رمی زوال کے

وقت زوال کے بعد سے ہے، اِس پر وہ اثر دلالت کرتی ہے کہ جسے امام بخاری (۶۱)

بعدفرمائی۔(سنن أبی داؤد، کتاب (٥) المناسك، باب (٧٨) فی رمی الجمار، الحدیث: ١٩٧٢، ٢/٣٤٠۔ أیضاً سُنَن التّرمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی رمی یوم النّحر، برقم: ٨٩٤، ٢/٥٤، ٥٥۔ أیضاً سُنَن ابن ماجة، کتاب المناسك، باب رمی الجمار أیام التّشریق، برقم: ٣٠٥٢، ٣١٣ ٤٩١٣۔ أیضاً صحیح ابن خزیمه، کتاب المناسك، باب وقت رمی الجمار أیام التّشریق، برقم: ٢٩٦٨، ٢/١٣٩٣ه۔ أیضاً الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحجّ، باب رمی الجمار أیام التّشریق، برقم: ٣٨٧٥، ٤/٦/٧٤۔ أیضاً سُنن الدّارمی، کتاب المناسك، باب فی جمرة العقبة إلخ، برقم: ١٨٩٦، ٢/٥٣۔ أیضاً المصنّف لابن أبی شیبة، کتاب الحجّ، باب فی رمی جمرة العقبة، برقم: ١٤٨٠٠، ٨/٤٨٨۔ أیضاً السّنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب الرجوع إلی منی، برقم: ٩٦٦٥، ٥/٢٤٢۔ أیضاً شرح معانی الآثار، کتاب مناسك الحج، باب رمی جمرة العقبة لیلة النحر، برقم: ٣٩٩٤، ٢/٢٢٠) **اورامّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب ظہر کی نماز ادا فرمائی تو طوافِ افاضہ فرمایا، پھر لوٹے، پس ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں ٹھہرے جمرہ کی رمی فرمائی جب سورج ڈھل گیا، ہر جمرہ کو سات کنکریاں ماریں الخ۔** (صحیح ابن خزیمه، کتاب المناسك، باب التکبیر مع کلّ حصاةٍ یرمی بها إلخ، برقم: ٢٩٧١، ٢/١٣٩٤۔ أیضاً السُّنَن الکبریٰ، کتاب الحج، باب الرجوع إلی منی أیام التشریق و الرمی بها کلّ یوم إذا ذالت الشمس، برقم: ٩٦٦١، ٥/٢٤١)

۶۱۔ صحیح البخاری، کتاب (٢٥) الحج، باب (١٣٥) رمی الجمار، الحدیث: ١٧٤٦، ١/٤٢٩، **''بخاری شریف'' میں ہے کہ وبرہ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کب رمی کروں؟ تو آپ نے فرمایا جب تیرا امام رمی کرے تو تو رمی کر، پس میں نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے فرمایا ہم (صحابہ) دیکھتے جب**

اور ابو داؤد (۶۲) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (۶۳) ''ہم

سورج ڈھل جاتا تو رمی کرتے، ایسی اثر کو امام ابوداؤد نے اپنی سُنن (کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم: ١٩٧٢، ٢/٣٤٠) **میں اور امام بیہقی نے** "السُّنَن الکبریٰ" (کتاب الحج، باب الرجوع الی منیٰ أیام التشریق و الرّمی بها الخ، برقم: ٩٦٦٤، ٥/٢٤٢) **میں روایت کیا ہے۔ اس کے تحت امام شہاب الدین قسطلانی لکھتے ہے کہ یعنی ایام تشریق میں تینوں جمرات کو رمی کرتے، اور گویا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وبرہ پر اس بات کا خوف کیا کہ وہ امیر کی مخالفت کرے گا تو اُسے ضرر پہنچے، پس جب اُس نے آپ سے دوبارہ سوال کیا تو آپ اُس سے اُس کا جواب نہ چُھپا سکے پس اُسے وہ عمل بتادیا جو نبی ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں کیا کرتے تھے۔** (إرشاد السّاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب رمی الجمار، الحدیث: ١٧٤٦، ٤/٣٠٥)

۶۲۔ سنن أبی داؤد، کتاب (٥) المناسك، باب (٧٨) فی رمی الجمار، الحدیث: ١٩٧٢، ٢/٣٤٠

۶۳۔ **حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل کو بیان کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ نے کسی حاجی سے فرمایا ''جمرہ کو کنکریاں نہ مار جب تک سورج نہ ڈھلے''** (السُّنَن الکبریٰ، کتاب الحج، باب الرجوع الی منیٰ أیام التشریق و الرّمی بها الخ، ،برقم: ٩٦٦٧، ٥/٢٤٣) **اور آپ کے عمل کے بارے میں محمد بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نکلے جب سورج ڈھل گیا تو جمرات کی رمی فرمائی''** (المصنّف لابن أبی شیبة، کتاب الحج، باب رمی الجمار متی تُرمی؟، برقم: ١٤٧٩٢، ٨/٤٨٧) **اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے تین ایام میں رمی نہ کرو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے''** (السُّنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب الرجوع الی منیٰ أیام التشریق و الرّمی بها الخ، برقم: ٩٦٦٦، ٥/٢٤٣) **اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی یہی مروی ہے چنانچہ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ**

دیکھتے پس جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے'' (۶۴) اور اُس وقت اِس کا خلاف

''میں نے حضرت ابن الزبیر اور عُبید بن عُمیر کو دیکھا، دونوں سورج ڈھل جانے کے بعد رمی کیا کرتے تھے (المصنّف لابن أبی شیبة، کتاب الحج، باب فی رمی الجمار متی تُرمی؟، برقم: ۱۴۷۹۴، ۴۸۷/۸)

۶۴۔ اِس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول ''جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے'' سے مراد ہے کہ ایام تشریق میں اور جمہور کے نزدیک ایام تشریق جو کہ تین دن ہیں اُن میں زوال سے قبل رمی جائز نہیں (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب (۲۵) الحج، باب (۱۳۴) رمی الجمار، الحدیث: ۱۷۴۶، ۳۷۱/۷) اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب رمی الجمار، الحدیث ۱۷۴۶، ۷۳۹/۳) میں لکھا ہے اور علامہ ابوالعباس شہاب الدین احمد قسطلانی اِس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اِس حدیث میں دلیل ہے کہ سنت یہ ہے کہ دس ذوالحجہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں زوال کے بعد رمی کرے اور اِس پر جمہور ہیں۔ اور اس روایت کے تحت علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبدالملک المعروف بابن بطال لکھتے ہیں: جن صحابہ کرام نے (ایام تشریق میں) زوال کے رمی کی اُن میں سے حضرت عمر بن خطاب، ابن عباس، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم ہیں، اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم (صحابہ) دیکھتے پس جب سورج ڈھل جاتا تو رمی کرتے، ایام تشریق میں رمی کا یہی طریقہ ہے جمہور کے نزدیک رمی جائز نہیں مگر زوال کے بعد، ان میں سے امام مالک، ثوری، ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، شافعی اور احمد ہیں (شرح صحیح البخاری لإبن بطال، کتاب الحج، باب رمی الجمار، ۴۱۵/۴) اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی تھا جیسا کہ حضرت سعید بن جبیر اور طاؤس کے بارے میں محمد بن ابی اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے حضرت سعید بن جبیر اور طاؤس کو دیکھا دونوں نے سورج ڈھلنے کے بعد رمی کی اور قیام کو طویل فرمایا (المصنّف لابن أبی شیبة، کتاب الحج، باب رمی الجمار متی تُرمی، برقم: ۱۴۷۹۷، ۴۸۷/۸) اور

اِجماع کے خلاف کے مشابہ ہے، پس بہت سے لوگ جو زوال سے قبل رمی کرتے ہیں تو اُن کی ایسے خطا ہے کہ جس پر دم واجب ہوتا ہے اور اُن کا وہ فعل انکار اور مذمّت کے لائق ہے کیونکہ وہ صحیح روایت اور ''ظاہر الروایت'' مُتون اور اجماع کے خلاف ہے۔ دھوکہ نہ کھائیں اور خاص طور پر علماء کرام کہ جو کتاب میں پائیں صحیح اور صواب کی طرف توجہ کئے بغیر اُسے لے لیں اور کُتُب مشہورہ میں معتمد وہ ہے جو معتد بہا ہے، شاید وہ جس نے ضعیف یا غیر صحیح قول نقل کیا ہے اُس نے صرف اِس سے احتراز کے لئے نقل کیا نہ کہ اِس لئے کہ جو سُنے تو اُسے لے لے، اگرچہ اُس نے اِس نقل سے وہ قصد نہ کیا، (لیکن) اِس کا ذکر ترک کے لائق تھا تاکہ جُہّال اِس (قول) سے دھوکے میں نہ پڑیں۔

اور یہاں مناسک میں ''قیل'' کا قول اُس کی مثل ہے جو کہا گیا کہ اگر دو سجدوں کے مابین ہوا چلے تو نماز جائز ہے تو اس کے سبب بہت سے لوگ دھوکے میں پڑ گئے اور انہوں نے ایسے لے لیا اور اسرق السّارقین (۶۵) میں سے ہو گئے باوجود اس کے کہ دونوں ''قیلوں'' میں فرق بہت ہے کیونکہ وظیفہ یعنی فریضۂ سجدہ ہے جو کہ پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے کہ جس سے وہاں فرض ادا ہو جاتا ہے اور وہ وظیفہ کہ جس میں ہم ہیں یعنی رمی کا وُجوب یہاں ادا نہیں ہوتا۔

اور اسی کی مثل وہ ہے جو (پورے) مکہ مکرمہ میں نمازی کے آگے سے بغیر کسی

علامہ عبداللہ بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر کو سورج ڈھل جانے کا انتظار کرتے دیکھا جب وہ ڈھل گیا تو آپ نے جمرات کی رمی کی۔ (المصنّف لابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب رمی الجمار متی تُرمی، برقم: ۱۴۷۹۶، ۴۸۷/۸)

۶۵۔ یعنی چوروں میں سے بڑے چور

گُناہ کے گزرنے کے جواز کا کہا گیا (۶۶) جو کہ مُتون، شُروح اور احادیث اور اُن کی شُروح کے خلاف ہے۔ ایسی حدیث سے استدلال کہ جو اس کے مدّعا پر دلالت نہیں کرتی اور اُس کے موافق ہے جو صحاح میں ہے پس یہ قول اُس طبیعت کے موافق ہو گیا جو آسانی کی طرف مائل ہے اور اس کے ترک کی طرف مائل ہے کہ جس میں اجر جزیل ہے، پس وہ لوگ نمازی کے آگے سے گزرنے پر جری ہو گئے اور انہوں نے اِس اَمر جلی کی قباحت کا انکار کر دیا بلکہ اس کے اچھے ہونے کا اعتقاد رکھا اور اُسی پر بھروسہ کیا۔

یہ اس روایت کی عدمِ صحت کو مانتے ہوئے صاحبِ قیل کی راہ پر چلنے کی بنا پر ہے، اس بنا پر جو کُتُبِ مذہب میں ہے زوال سے قبل رمی کی کراہت میں کوئی شک نہیں ہے اور ''لباب'' اور اُس کی شرح میں مکروہاتِ رمی کی تعداد میں، فرمایا ''اس سے قبل'' یعنی زوال سے قبل رمی تمام ایام میں یعنی بعض روایاتِ ضعیفہ میں (درست ہے) اور صحیح یہ ہے کہ (زوال سے قبل رمی) درست نہیں ہے الخ۔ (۶۷) پس وہ شخص اُس وقت مکروہ کا ارتکاب کیسے کرے گا جو حج مبرور (مقبول) کا ارادہ رکھتا ہے، خصوصاً وہ کہ جس کا حج نفلی ہے اور اگر شخص کی مراد غم دُور کرنا اور گزرنا ہے نہ کہ ثواب اور حج

۶۶۔ ہم نے اپنے فتاویٰ میں حرم کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز کو صرف مطاف کے ساتھ خاص کیا ہے جیسا کہ ایک فتوی ''فتاویٰ حج و عمرہ'' حصہ سوم، ص ۷۳ (سن اشاعت ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء) پر اور دوسرا اِسی حصہ کے ص ۷۵ سے ۱۱۵ پر مذکور ہے اور جواز کو زیادہ سے زیادہ مسجد حرام تک محدود کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہمارے بعض علماء کرام نے لکھا ہے باقی رہا پورے مکہ مکرمہ میں بغیر کسی گناہ سے گزرنے کا جواز تو وہ مُتون، شُروح اور احادیث اور اُن کی شروح کے خلاف ہے، تفصیل کے لئے ''فتاویٰ حج و عمرہ'' کا مطالعہ کیجئے۔

۶۷۔ لباب المناسك و شرحه للقاری، باب الرّمی، فصل فی مکروهاته، فصل فی مکروهاته، ص۲۷۷، و فی "اللباب" و قبله فی سائر الأیام، و فی شرحه أی فی بعض الروایات الضعیفة، و الصحیح أنه لا یصحُّ قبل الزّوال إلخ

مبرور تو اُس کے حال کے لائق یہ ہے کہ وہ حج کی نیت نہ کرے چاہے لوگوں کی ملامت سے حیاء کرتے ہوئے اور کثرتِ جدال و کلام سے بچنے کے لئے احرام کی چادریں پہن لے اور راتوں اور دنوں میں کسی وقت بھی چاہے عرفات کو نکلے اور جتنی دیر اُس کا نفس خواہش کرے عرفات میں ٹھہرے اور اُس زحمت سے جو فرار ہونے کے لئے حصولِ رحمت کا ذریعہ ہے فرار حاصل کرنے کے لئے غُروب سے قبل عرفات سے لوٹ آئے اور مشعر الحرام کے پاس نہ اُترے کہ وہاں گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی اُس کا (یہاں اُترنے سے) کوئی مقصد ہے اور لوگوں سے قبل منیٰ آ جائے اور ایسی جگہ سنبھال لے کہ جیسی وہ چاہتا ہے اور رمی وغیرہ کی ادائیگی میں مشغول نہ ہو اور وہاں سے سب سے پہلے بھلائی کے غیر کی طرف جلدی کرتے ہوئے لوٹ جائے (۶۸)، لیکن یہ تو جاہل کے لئے ہے نہ کہ اُس کے لئے جو علم کامل کی علامت قرار دیا جاتا ہے تاکہ جُہلاء استناد کرتے ہوئے اُس کی اقتداء نہ کرنے لگ جائیں کہ فلاں عالم نے یہ کیا (لہٰذا ایسا کرنا جائز ہے)۔ (۶۹)

اور (زوال سے قبل رمی کے جواز کی) کوئی وجہ نہیں اس کے لئے جو بھیڑ کا عُذر پیش کرتا ہے کیونکہ زوال کے بعد سے زوال سے قبل بھیڑ زیادہ ہوتی ہے اور نبی رحمت وعلی آلہ الصلاۃ والسلام نے دن میں زوال سے قبل رمی کی کسی کو رُخصت مرحمت نہیں

۶۸۔ مصنّف نے عوام کے حج کا جو نقشہ کھینچا ہے حقیقت اس کے خلاف نہیں ہے اگر مشاہدہ کرنا ہو تو پہلے مناسک حج کا اچھی طرح مطالعہ کریں پھر حج کے لئے تشریف لے جائیں اور عوام کے حالات کا بغور جائزہ لیں تو اُن کا حال اُس سے بہتر نظر نہیں آئے گا جو مصنّف نے بیان کیا ہے

۶۹۔ سوائے اُن علماء کے جو مناسک حج کا اچھا مطالعہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، باقی کا حال ایسا ہی ہے جو مصنّف نے بیان کیا اور عوام بھی اُن کے قول و عمل سے دلیل پکڑتے ہیں کہ ہمارے علامہ صاحب ہمارے مفتی صاحب نے یہ فرمایا اور یہ کیا ہے لہٰذا یہی درست ہے۔

فرمائی اور صرف چرواہوں کو آنے والی راتوں میں رمی کی اجازت عنایت فرمائی باوجود اِس کے کہ آپ علیہ الصّلاۃ والسلام نے اپنے ضعیف اہل کو خُوب سفیدی کے وقت بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے (دس تاریخ کو) مزدلفہ سے لوٹنے کی رُخصت مرحمت فرمائی کیونکہ سب کے سب فجر سے خُوب سفیدی ہونے تک مزدلفہ میں وُقوف کرتے ہیں، نہ اِن زمانوں میں کہ اکثر لوگ کے عشاء کے بعد یا آدھی رات کو بھیڑ میں وقوفِ (مزدلفہ) سے قبل لوٹ آتے ہیں کہ جس وقت میں اجابت (یعنی قبولیت) دُعا کا وعدہ کیا گیا ہے، اور اِسی طرح زوال کے بعد منی سے لوٹنے سے زوال سے قبل لوٹنے میں بھیڑ زیادہ ہے جیسا کہ مشاہدہ گواہ ہے، جو راحت کی کثرت کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور کرامت کو ترک کرنے والے ہیں جمرات کو "رَجماً لِلشَّیطَانِ وَ حِزبِہ" کہتے ہوئے رمی کرتے ہیں حالانکہ ابلیس اور اُس کی جماعت اُس وقت مرمیٰ (رمی کی جگہ) نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اُن پر سوار ہوتے ہیں اور اُن لوگوں کے اخلاق پر ہنستے ہیں اُن کو اُن کی بازاروں اور اُن کی خواہشات کی طرف اُن کے اِس شوق سے ہانکتے ہیں۔

مزدلفہ سے کمزور وضعیف افراد کے لوٹنے پر اِس مسئلہ کو قیاس نہیں کیا جائے گا کہ جس میں ہم ہیں (یعنی رمی قبل زوال کے مسئلہ کو اِس پر قیاس نہیں کیا جائے گا) کیونکہ قیاس کی بعض شرطیں مُنتفی ہیں اور وہ یہ کہ اصل (مقیس علیہ) معقول المعنی ہو (اور یہاں مقیس علیہ معقول المعنیٰ نہیں ہے)

اور مُحققین نے فرمایا کہ اُمورِ حج محض تعبُّدی ہیں کہ جن کا اِدراک عقل سے نہیں کیا جا سکتا اور خصوصاً دیکھنے والے کی نظر میں رمی کہ وہ گمان کرتا ہے کہ شیطان وہاں ہے اور حال یہ ہے کہ شیطان سینوں میں چلتا ہے اور وہ یہ کہ جب مُؤَذِّن "اللہ اکبر" کہتا ہے تو وہ "رَوحا" کی طرف گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے اور مُؤَذِّن جب خاموش ہوتا ہے تو وہ لوٹ آتا ہے اور وسوسہ اندازی میں مصروف ہو جاتا ہے اور قیاس مجتہد کا کام

ہے اور ہمارے امام سے منقول نہیں ہے کہ آپ نے بھیڑ کے عُذر کی وجہ سے مزدلفہ سے کمزور وضعیف افراد کی تقدیم پر قیاس کرتے ہوئے بھیڑ کی بنا پر زوال سے قبل رمی کی اجازت دی ہو، انہوں نے تو صرف چوتھے دن (یعنی تیرہ ذوالحج کو زوال سے قبل رمی کی) دلالتُ النَّص کے دلیل سے اجازت دی ہے نہ کہ قیاس کی دلیل سے، کیا اِس پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوا جسے امام (کمال الدین محمد بن عبدالواحد) ابن الہمام نے وارد کیا جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور کہا گیا کہ اِس روایت کی وجہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "جب دن چڑھا تو لوٹنے اور طوافِ صدر کا وقت آ گیا" اور یہاں انتفاخ بمعنی ارتفاع کے ہے، بے شک اِس روایت کی سند میں ایک راوی طلحہ بن عمر ہے جسے امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے(۷۰) اور اِس روایت میں "انتفاح" کامل ارتفاع ہو یعنی دن کا نصف ہونا جو زوال کے ساتھ مُتّصل ہوتا ہے اور یہ اَمر ثابت شُدہ ہے کہ جب احتمال راہ پالے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہ یہ اصل میں قیاس مع الفارق ہے کیونکہ کمزور وضعیف افراد کو آپ ﷺ کے مبارک زمانے میں مزدلفہ سے (منیٰ کی جانب) پہلے بھیجا جانا اُن کو اُس زمانے میں بھیڑ سے چُھٹکارا دلانے کے لئے تھا اور (دوسرے) زمانوں میں زمانے والوں نے مناسک رسول ﷺ سے لئے اور (پھر) اُن میں تبدیلی نہ کی، پس اُن مناسک میں سے ہے کہ وہ سب کے سب طلوعِ آفتاب کے قریب مزدلفہ سے لوٹتے تھے اور اس وقت میں بھیڑ کی واقع ہونے میں کوئی شک نہیں، مگر منیٰ سے لوٹنا تو ایک وقت کے ساتھ مقیّد کر کے اُسے تنگ نہیں کیا گیا بلکہ اس کی دونوں (یعنی بارہ اور

۷۰۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب من غربت له الشمس یوم النفر الأول بمنی إلخ، برقم: ۹۶۸۷، ۲/۲۴۸

تیرہ) بلکہ ان دو ایام کے تمام اجزاء میں گنجائش ہے، مگر کثیر لوگوں کی طرف سے اِس طریقے کی مخالفت کے بعد پس قیاس کی علت اور تو وہ زحمت ہے جو اصل اور فرع دونوں سے مرتفع ہے اُس بنا پر جو پہلے گزرا، خوب سفیدی ہونے کے وقت کی زحمت رات اور سحری کے وقت کی زحمت سے زیادہ نہیں ہے، لہٰذا کمزوروں اور ضعیفوں کو زحمت سے چھٹکارا نہیں اگر چہ وہ زحمت سے بھاگنا چاہتے ہیں اور ہمارے زمانے کی اکثر عورتیں سختی سے نجات اور زحمت چاہتی ہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر کتاب کے قول پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ کتاب کا معتمد مشہور، اہلِ مذہب کے مابین متداول ہونا ضروری ہے اور اُس پر عمل نہیں کیا جو کُتُبِ معتمدہ میں ہے مگر جب علماء نے اُسے قبول کیا ہو، کیا تم نے نہیں دیکھا ''ہدایہ'' جو مشرق و مغرب میں مقبول ہے اُس کے بعض مسائل پر اعتماد کو بعض نے چھوڑ دیا جیسا کہ صاحبِ ہدایہ کا قول کہ '' آبلہ سے جو خون نچوڑنے سے نکلے اُس سے وضو نہیں ٹوٹتا'' (۷۱) اور اِس کی مثل دوسرے مسائل بے شک علامہ (کمال الدین محمد بن عبدالواحد) ابن الہمام اور اُن کے شاگرد و علامہ قاسم (۷۲) نے امام ابوالمفاخر السّدیدی کے ''شرح منظومہ'' میں فتاویٰ پر اعتماد نہیں کیا بایں

۷۱۔ الهداية، كتاب الطّهارات، فصل في نواقض الوضوء، ۱ـ۲/۱۹

۷۲۔ ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی اپنے وقت کے امام فقیہ اور مُحدِّث تھے، جامع علوم و فنون تھے، قاہرہ میں ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے، قرآن کریم اور چند کُتُب حفظ کے بعد خیاطت کو اختیار کیا، پھر تحصیل علم میں مصروف ہوئے، آپ کے اساتذہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی، سراج الدین قاری، الھدایہ، ابن الہمام، تاج احمد فرغانی قاضی بغداد، عز بن عبدالسلام بغدادی اور عبداللطیف کرمانی شامل ہیں اور سب سے زیادہ فیض مُحقِّق علی الاطلاق ابن الہمام حنفی سے پایا، امام سخاوی شافعی علامہ قاسم کے شاگردوں میں سے ہیں اور فقہ و حدیث میں آپ کی تصانیف ستر سے زیادہ ہیں اور چار ربیع الاول ۸۷۹ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ (دیکھئے مفید المفتی، مقدمہ، ص ۵۵)

طور کہ انہوں نے کہا ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جمع التفاریق میں مروی ہے کہ آپ نے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے قول کی طرف رُجوع کیا کہ شفق وہ سُرخی ہے، اور اِسی پر فتویٰ ہے اور اسکی محبوبی اور صدر الشّریعہ (۷۳) نے اتباع کی'' جیسا کہ محقّق (ابن الہمام) اور اُن کے شاگرد (علامہ قاسم) نے کہا بے شک سدیدی کا کلام غیر مقبول ہے کیونکہ وہ ''ظاہر الروایت'' کے خلاف ہے اور حدیث شریف کے خلاف ہے، کیونکہ حدیثِ ابن فُضَیل میں آیا ہے کہ اس کا آخری وقت وہ ہے جب اُفق غائب ہو جائے اور اُس کا غائب ہونا اُس سفیدی کے غائب ہونے سے ہے جو سُرخی کے بعد آتی ہے مگر یہ کہ ظاہر ہو، بے شک اس کا فتویٰ ضعیف ظن کی بنا پر ہے۔ (۷۴)

پس اِس سے مستفاد ہوا کہ بعض مشائخ نے اگر چہ کہا ہے کہ اِس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جس مسئلہ میں وہ امام صاحب کے خلاف ہوں حالانکہ امام اعظم کی دلیل واضح ہے اور اُن کا مذہب ثابت ہے تو اُن کے فتویٰ کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور اُس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور یہ کہ اگر فتویٰ کا صیغہ کسی بھی جگہ پایا جائے اگر چہ مشائخ کی طرف سے ہو تو اُن کا قول دوسروں کو قبول کرنا لازم نہیں اس احتمال کی وجہ سے کہ اُن کا فتویٰ ضعیف ظن کی بنا پر ہے۔

اور علامہ کاکی نے اُس کا ردّ کیا جسے علامہ عز بن جماعہ نے (اپنے مناسک میں) ہمارے اصحاب (احناف) سے استلام کے وقت حجر اسود پر سجدے کو حکایت کیا

۷۳۔ ''محبوبی'' سے مراد صاحبِ ''وقـایة الـروایة'' اور ''صدر الشریعہ'' سے مراد صدر الشّریعہ ثانی عبیداللہ بن مسعود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۵ھ ہیں جو مصنّفِ ''وقایۃ الرّوایۃ'' کے نواسے اور ''شرح الوقایہ'' کے مصنّف ہیں۔

۷۴۔ فتح القدير، كتاب الصّلاة، باب المواقيت، تحت قوله: و هو قول الشافعي، ۱/۱۹۷، مطبوعة: دار احياء التراث العربي، بيروت

جب کہ (علامہ کاکی نے) فرمایا ''میرے نزدیک اَولیٰ یہ ہے کہ استلام کے وقت حجر اسود پر سجدہ نہ کرے کیونکہ مشاہیر سے اِس بارے میں کوئی روایت نہیں ہے''۔ علی ما مرّ فی "فتح القدیر" (٧٥) و العلم من اللہ العلیم الخبیر حرّرہُ العبد الفقیر أخو جان الغائص فی بحر التّقصیر سنة ١٣١٤ھ۔ ☆

٧٥۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و استلمه، ٢/٣٥٤

☆ إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب رمی الجمارو أحكامه، فصل: فی وقت الرّمی فی اليومين، ص٢٦٣، دار الكتب العلمية، بيروت ـ ص٢٣٧، إدارة القرآن و العلوم الإسلاميه۔ ص٣٣٤، المكتبة الإمدادية

نوٹ: اس رسالہ کی تخریج، علماء اور کُتُب کے احوال لکھنے کا کام یقیناً جیسا چاہتا تھا ویسا نہ ہو سکا، اُس کی ایک وجہ یہ کہ کچھ کُتُب اور کچھ علماء کے احوال کا نہ ملنا جیسے خود مصنِّف رسالہ کہ اُن کا تذکرہ بسیار تلاش کے باوجود نہ ملا پھر مُحقّق محمد طلحہ بلال کا تحریر شدہ ''لُباب'' اور اُس کے مصنف کا تذکرہ لکھا ہوا دیکھا وہاں جو ملا وہ لکھ دیا اور ایک بڑی وجہ یہ کہ وقت کم تھا اور فرصت بالکل بھی نہ مل رہی تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے تخصص فی الفقہ کے طلباء کو کہ فتاویٰ کا معاملہ اُن کے سپرد رہا کہ مجھے کچھ وقت مل گیا، خصوصاً مولانا بلال رضا معروف قادری نے بہت تعاون کیا، اس طرح جو کام ہو گیا جتنا ہو گیا آپ حضرات کے سامنے ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

وہ علماء جن کا تعارف ذکر کیا گیا

وہ کُتُب جن کا تعارف ذکر کیا گیا

مآخذ ومراجع

☆ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، رتّبه الأمير علاؤ الدّين على بن بلبان الفارسى (ت٧٣٩ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثانية ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م

☆ إرشادُ السّارى شرح صحيح البخارى، للقسطلانى، العلاّمة أبى العباس شهاب الدّين أحمد، دار الفكر، بيروت، ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

☆ الأعلام، لخير الدين الزّركلى، دار العلم للملايين، بيروت

☆ إيضاح المكنون فى الذيل على كشف الظّنون، للمؤرخ اسماعيل باشا بن محمد امين، دار أحياء التراث العربى، بيروت

☆ البحر الرائق لابن نجيم، الإمام العلاّمة زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت٩٧٠ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

☆ البحر الرائق، لابن نجيم، العلاّمة زين الدّين بن إبراهيم بن محمد (ت٩٧٠ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

☆ البحر الرائق، لابن نجيم، العلاّمة زين الدّين بن إبراهيم بن محمد (ت٩٧٠ھ)، أيج أيم سعيد كمبنى، كراتشى

☆ البدر الطّالع بمحاسن من بعد القرن السّابع، للشّوكانى، محمد بن على بن محمد (ت١٢٥٠ھ)، دار ابن كثير، بيروت، الطّبعة الثانية ١٤٢٩ھ۔ ٢٠٠٨م

☆ بدائع الصّنائع فى ترتيب الشّرائع للكاسانى، أبى بكر بن مسعود الحنفى (ت٥٨٧ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١١ھ۔ ١٩٩٧م

☆ التّاج المكلّل من جواهر مآثر الطراز الآخر و الأوّل، لأبى طيّب، صديق بن حسن القنوجى (ت١٣٠٧ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ

١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

☆ التَّصحيح و التّرجيح على مختصر القدورى، للعلاّمة قاسم الحنفى تلميذ ابن الهمام الحنفى (ت٨٧٩ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

☆ تاج التراجم، للعلامة زين الدّين قاسم بن قطلوبغا الحنفى (ت٨٧٩ھ)

☆ تقديم و تحقيق حاشية إرشاد السّارى إلى مناسك المُلاّ على القارى، للمحقّق محمد طلحة بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكّة المكرّمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

☆ الجواهر المضيّة فى طبقات الحنفيّة، لعبد القادر القرشى (ت٧٧٥ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣١ھ۔ ٢٠٠٥م

☆ حاشية إرشاد السارى إلى مناسك الملاّ على القارى، للعلاّمة القاضى حسين بن محمد سعيد المكى الحنفى (ت١٣٦٦ ھ)، تحقيق محمد بن طلحه بلال احمد مينار، المكبتة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ ھ۔ ٢٠٠٩م

☆ حاشية إرشاد السارى إلى مناسك الملاّ على القارى، للعلاّمة القاضى حسين بن محمد سعيد المكى الحنفى (ت١٣٦٦ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

☆ حاشية إرشاد السارى إلى مناسك الملاّ على القارى، للعلاّمة القاضى حسين بن محمد سعيد المكى الحنفى (ت١٣٦٦ ھ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشى، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ

☆ حيات القلوب فى زيارة المحبوب، للتتوى، المخدوم محمد هاشم بن عبد الغفور السنّدى الحنفى (ت١١٧٤ھ)، إدارة المعارف، كراتشى ١٣٩١ھ

☆ خلاصة الأثر فى أعيان القرن الحادى عشر، لمحمد بن فضل الله المحبّى، دار

صادر، بيروت

☆ الدُّرُّ المختار شرح تنوير الأبصار، للحصكفى، العلاّمة علاؤ الدّين محمد بن على الحنفى (ت١٠٨٨ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

☆ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، للشّامى، العلامة محمد أمين ابن عابدين الحنفى (ت١٢٥٢ ھ)، تحقيق الدّكتور حسام الدّين بن محمد صالح فرفور، دار الثقافة و التّراث، دمشق، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

☆ رَدُّ المُحتار على الدُّرِّ المختار، للشّامى، العلامة محمد أمين ابن عابدين الحنفى (ت١٢٥٢ھ)، دار المعرفة، بيروت

☆ سنن أبى داؤد للإمام أبى داؤد سليمان بن أشعث السّجستانى (ت٢٧٥ ھ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

☆ سُنَن ابن مَاجَة، للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن يزيد القَزْوينى (ت٢٧٣ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت،الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م

☆ سُنَن التّرمذى، للإمام أبى عيسى محمد بن عيسى التّرمذى (ت٢٧٩ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ ـ ٢٠٠٠م

☆ سُنَنُ الدَّارِمِىُ، للإمام أبِىُ محمد عبداللّٰه بن عبدالرّحمٰن (ت٢٥٥ ھ)، تخريج الشّيخ محمد عبدالعزيز الخالدى، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م

☆ السُّنَنُ الكُبرىٰ، للبيهقى، الإمام أبى بكرأحمد بن الحسين الشّافعى (ت٤٥٨ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

☆ شرح صحيح البخارى لابن بطال، الإمام أبى الحسن على بن خلف بن عبدالملك، مكتبة الرّشد، الرّياض، الطّبعة الأولى ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

☆ شرح معانی الآثار، للطحاوی، الإمام أبی جعفر أحمد بن محمد الحنفی (ت٣٢١ھ)، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م

☆ شرح المنظومة المسمّاة بعقود رسم المفتی، لابن عابدین، العلامة محمد أمین الحنفی (ت١٢٥٢ھ)، عالم الکتب، بیروت

☆ صحیح ابن خزیمة، للإمام أبی بکر محمد بن إسحاق السُّلمی النّیسابوری (٣١١ھ)، تحقیق الدکتور مصطفی الأعظمی، المکتب الإسلامی، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

☆ صحیح البخاری للإمام أبی عبد الله محمد بن إسماعیل الجعفی (ت٢٥٦ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٩م

☆ طرب الأماثل بتراجم الافاضل، للعلامة محمد عبد الحی اللکونوی (ت١٣٠٤ھ)، المکتبة الحنفیة، باکستان

☆ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، للعینی، الإمام بدر الدّین أبی محمد محمود بن أحمد الحنفی (ت٨٥٥ھ)، دار الفکر، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٨م

☆ غنیة النّاسك فی بُغیة المناسك، للعلّامة محمد حسن شاه المکی، إدارة القرآن و العلوم الإسلامیة، کراتشی

☆ فتح الباری شرح صحیح البخاری، للعسقلانی، الحافظ أحمد ابن حجر الشّافعی (ت٨٥٢ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّالثة ١٤٣١ھ۔ ٢٠٠٠م

☆ فتح القدیر لابن الهمام، الإمام کمال الدّین محمد بن عبد الواحد الحنفی (ت٨٦١ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعه الأولیٰ ١٤١٥ھ۔ ١٩٩٥م

☆ الفوائد البهیّة فی تراجم الحنفیّة، للعلّامة محمد عبد الحی اللکونوی (ت١٣٠٤ھ)، المکتبة الحنفیة، باکستان

☆ کتاب العقد الفرید لبیان الرّاجح من الخلاف من جواز التّقلید فی ضمن تحقیقات القدسیّة، للشّرنبلالی، الإمام أبی الاخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت١٠٦٩ھ)، مخطوط مصوّر

☆ کشف الظّنون عن أسامی الکُتُب الفُنون، لحاجی خلیفة، دار أحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٩٥١م

☆ کنز الدّقائق للنّسفی، الإمام أبی البرکات عبد الله بن أحمد الحنفی (ت٧١٠ھ)، المکتبة العصریّة، بیروت ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٥م

☆ لباب المناسك، للإمام مُلّا رحمة الله بن عبد الله السّندی المکی الحنفی (ت٩٩٣ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت

☆ المسلك المتقسّط فی المنسكِ المتوسط، للإمام مُلّا علی القاری المکی الحنفی (ت١٠١٤ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ

☆ المُصنّف لابن أبی شیبة، الإمام أبی بکر عبد الله بن محمد العَبسی الکوفی (ت٢٣٥ھ)، تحقق محمد عوّامة، المجلس العلمی، و دار القرطبة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

☆ محموعة رسائل ابن عابدین، العلّامة محمد أمین الحنفی (ت١٢٥٢ھ)، عالم الکتب، بیروت

☆ معجم المؤلّفین، لعمر رضا کحالة، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

☆ معجم تراجم أعلام الفقهاء، للدکتور یحییٰ مراد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

☆ مُفید المفتی، للعلّامة عبد الأوّل بن العلّامة کرامت علی الصّدیقی الجُونفوری الحنفی، مکبتة عثمانیة، کوئتة

☆ نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النّواظر، لعبد الحیّ بن فخر الدین (ت١٣٤١ھ)، دار ابن حزم بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

☆ نظم العقيان فی أعيان الاعيان، للسّيوطی، الإمام جلال الدّين عبد الرّحمٰن بن أبی بكر الشّافعی (ت٩١١ﻫ)، نيو يارك ١٩٢٧م

☆ النّهر الفائق شرح كنز الدقائق، للعلّامة سراج الدين عمر بن إبراهيم الحنفی (ت١٠٠٥ﻫ)، تحقيق أحمد عزّ و عناية، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ﻫ ـ ٢٠٠٢م

☆ الهداية شرح بداية المبتدی، للمرغينانی، الإمام برهان الدّين أبی الحسن علی بن أبی بكر الحنفی (ت٥٩٣ ﻫ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٠ﻫ ـ ١٩٩٠م

☆ هدية العارفين أسماء المؤلّفين و آثار المصنّفين، لإسماعيل باشا البغدادی، دار إحياء التّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٩٥١م